نقد و نظر

قسط نمبر ①

قادیانیت پر ملتِ اسلامیہ کا اوّلین متفقہ فتویٰ اور
مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کے خدشات

(مولانا) ابوصہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

''عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت'' کے روحِ رواں مولانا اللہ وسایا صاحب نے حال ہی میں ''محاسبۂ قادیانیت'' کی نویں جلد شایع کی ہے۔ اس جلد کے دیباچے میں مولانا موصوف نے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے قائم کردہ ''دارالدعوۃ السلفیہ'' کے زیرِ اہتمام قادیانیوں کے متعلق شایع ہونے والے اولین متفقہ فتوے (مرتبہ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ) کے حوالے سے چند باتیں لکھی ہیں، پیشِ نظر مضمون میں انھی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مولانا نے اس جلد کی اِشاعت سے پہلے ہی اپنی نگرانی میں چھپنے والے ماہ نامہ ''لولاک'' (ملتان) کی اشاعت (اکتوبر ۲۰۲۰ء) میں اپنے اس دیباچے کو شایع کر دیا، تاکہ ان کا موقف زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے جو ان کے خیال میں ایک اہم مسئلہ ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مولانا کو اس بات میں تامل ہے کہ ''دارالدعوۃ السلفیہ'' نے جو فتویٰ شایع کیا ہے، وہ اولین فتویٰ ہے۔ مولانا کا گمان ہے کہ علمائے لدھیانہ کا فتویٰ اولین فتوائے تکفیر تھا، لیکن ساتھ ہی وہ یہ اِلزام بھی لگاتے ہیں کہ اہلِ حدیث نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کا فتویٰ سب سے پہلا فتویٰ تھا، اس خیانت کا اِرتکاب کیا کہ جب اس فتوے کو شایع کیا تو اس کا نام بدل دیا۔ دوسرا یہ کہ اس متفقہ فتوے کا ایک سے زائد صفحہ حذف کر دیا، تاکہ اپنا نقطۂ نظر ثابت کر سکیں۔

ہمیں مولانا سے شکایت ہے کہ بغیر غور و فکر کیے یہ سب انھوں نے لکھا ہے اور سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ایک اِدارے اور ایک مسلک کو بدنام کرنے کی ناروا کوشش کی ہے۔ حالانکہ ردِ قادیانیت پر جماعت اہلِ حدیث اور اس اِدارے کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ ''دارالدعوۃ السلفیہ'' کے تحت شایع ہونے والے ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں ردِ قادیانیت پر طبع پذیر مضامین و مقالات اس پر شاہدِ عدل ہیں جنھیں اگر کتابی صورت دی جائے تو بلامبالغہ ہزاروں صفحات پر محیط ہوں۔ اسی ''الاعتصام'' کے اِدارتی صفحات میں قیامِ پاکستان کے کچھ عرصہ بعد مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا سب سے پہلے مطالبہ کیا تھا۔ یوں ''الاعتصام'' کی ۲ اور ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء کی اشاعتوں میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا یہ مطالبہ ۱۹۷۴ء میں بالآخر اپنے منطقی انجام کو پہنچا اور بتوفیقہ تعالیٰ مسلمانوں کی انتھک مشترکہ جہد و مساعی کے بعد قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا گیا!

بہر حال مضمون ملاحظہ فرمایئے جس میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ مولانا اللہ وسایا صاحب آخر کس حد تک صحیح کہہ رہے ہیں۔ **(ادارہ)**

مرزا غلام احمد قادیانی (ولادت: ۱۸۳۹ء، وفات: ۱۹۰۸ء) پیدائشی کافر نہیں تھا، بلکہ اس کی ابتدائی زندگی ایک مسلمان کی زندگی تھی۔ مولانا محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ نے ''مقدمۂ بہاول پور'' میں اپنے بیان میں لکھوایا تھا:

''مرزا قادیانی چونکہ مادرزاد کافر نہ تھا۔ ابتداءً ان کی تمام اسلامی عقائد پر نشو و نما ہوئی، (اس لیے) انھی کے پابند تھے اور وہی لکھے، پھر تدریجاً ان سے الگ ہونا شروع ہوا، یہاں تک کہ آخری اقوال میں بہت سی ضروریاتِ دین کے قطعاً مخالف ہو گئے۔'' (روداد مقدمۂ بہاول پور: ۱/۴۳۵، طبع اسلامک فاؤنڈیشن: ۱۹۸۸ء، احتسابِ قادیانیت: ۴/۷۹)

مولانا فیض احمد فیض فرماتے ہیں:

''تحریکِ قادیانیت کے بانی کا نام مرزا غلام احمد تھا۔ وہ برٹش انڈیا میں صوبہ پنجاب کے ضلع گورداس پور کے موضع قادیان میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام غلام مرتضیٰ

تھا جو سمرقندی مغل گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا پیشہ طبابت اور زمیندارہ تھا۔ مرزا غلام احمد علومِ مروّجہ؛ عربی، فارسی اور طب کی تحصیل سے فارغ ہو کر ۱۸۶۴ء میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں بطور ''اہل مد'' [عدالت میں پیش کار کے ماتحت محرر] قریباً چار سال ملازمت کرتے رہے۔ بعدہ ملازمت چھوڑ کر اپنے والد محترم کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا، ساتھ ساتھ مذہبی کتب کا مطالعہ بھی جاری رکھا اور مذہبی مناظرات وغیرہ میں حصہ لیتے رہے۔ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے ان کے آباء واجداد حنفی المذہب مسلمان تھے اور خود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں انھی کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔ ۱۸۷۹ء میں انھوں نے ایک اشتہار شایع کیا کہ میں ایک کتاب ''براہینِ احمدیہ'' لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں جو پچاس جلدوں پر مشتمل ہوگی اور جس میں اسلام کی حقانیت اور دیگر مذاہب کی تردید میں قوی اور محکم دلائل پیش کیے جائیں گے۔ مسلمانوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لیے کثیر تعداد میں پیشگی قیمت بھیج کر معاونت کی، لیکن ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک اس کتاب کی صرف چار جلدیں شایع کر کے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بذریعہ الہام اشاعتِ دین پر مامور فرمایا ہے اور وہ اس صدی کے مجدد ہیں، اس لیے اس کتاب کی مزید اشاعت بند کی جاتی ہے۔ ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب نے اپنی دوسری کتاب ''سرمہ چشم آریہ'' تصنیف کی اور ہوشیار پور میں آریہ سماجیوں کے ساتھ مناظرہ بھی کیا۔ اس طرح ایک مناظر اور مدعیِ الہام کی حیثیت سے شہرت حاصل کر کے انھوں نے اپنے گرد عقیدت مندوں کا ایک گروہ پیدا کیا جس میں حکیم نورالدین (شاہی طبیب ریاست جموں وکشمیر) جیسے بارسوخ مشیر ومعاون شامل تھے۔ اس وقت تک مرزا صاحب کے عقائد وہی تھے جو ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان کے ہونے چاہئیں۔'' (مہر منیر، ص: ۱۶۵، ۱۶۶)

مولانا ابوالحسن ندوی ''رخ کی تبدیلی'' کے زیرِعنوان فرماتے ہیں:

''مرزا صاحب کو اپنی ان دو کتابوں (براہینِ احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ) کے لکھنے کے بعد اپنی شخصیت کا ایک نیا انکشاف ہوا۔ ان کو اپنی تحریری ومتکلمانہ ومناظرانہ صلاحیتوں کا علم ہوا اور ان کو اندازہ ہوا کہ ان میں اپنے ماحول کو متاثر کرنے اور ایک نئی تحریک ودعوت کو چلانے کی اچھی استعداد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس انکشاف نے ان کے ذہن میں ایک نئی تبدیلی پیدا کی۔'' (قادیانیت؛ مطالعہ وجائزہ، ص: ۶۱)

۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے اجلاسوں کی جو کارروائی ہوئی، اس وقت اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار تھے۔ انھوں نے دن رات محنتِ شاقہ کر کے قادیانی کیس کی فائل تیار کی۔ قومی اسمبلی کی کارروائی کا مطالعہ کرتے وقت ان کی گرفت اور قادیانی لٹریچر پر عبور دیکھ کر قاری انھیں داد دیے بغیر نہیں رہتا۔ خود مولانا اللہ وسایا صاحب جگہ جگہ ان کی تعریف کرتے ہیں۔ انھوں نے جو قومی اسمبلی میں تقریر کی تھی، اس میں انھوں نے فرمایا:

''مرزا غلام احمد کی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے کل میں نے ایوان میں گزارش کی تھی کہ اس کی مذہبی زندگی تین ادوار پر مشتمل تھی؛ اس کا پہلا دور عام مسلمانوں کی طرح ایک مبلغ جیسا تھا۔ ختمِ نبوت کے متعلق اس کا عقیدہ بھی عام مسلمانوں جیسا تھا۔ اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوا جب مرزا غلام احمد نے اپنے نظریات تبدیل کر لیے، اپنی تنظیم کی بنیاد رکھی اور بیعت لینا شروع کیا۔ دوسرے دور کا آغاز ۱۸۸۹ء سے ہوا۔ اس دور میں مرزا غلام احمد نے ''ختمِ نبوت'' کو نیا تصور دیا اور نئے معنی پہنائے۔'' (قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلے پر بحث کی مصدقہ رپورٹ: ۵/ ۲۸۶۷)

مولانا رفیق دلاوری فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے انھوں نے دعوائے مجددیت کے ساتھ اپنی

عظمت کا ڈھول پیٹنا شروع کیا۔ چونکہ ''مجددیت'' علمائے امت ہی کا منصب ہے، حاملینِ شریعت میں سے کسی نے اس دعوے کی تکذیب نہ کی۔ اور اگر قادیانی صاحب اسی دعوے پر اکتفا کر کے رجوعِ خلق کی کوششوں میں مصروف رہتے تو کسی کو مخالفت کی ضرورت نہ تھی۔'' (رئیسِ قادیان، باب اوّل: ۲/۱، طبع مجلس تحفظ ختم نبوت: ۱۹۷۷ء)

مولانا محمد عالم آسی امرتسری فرماتے ہیں:

''ہمیں اس موقع پر یہ دکھانا منظور ہے کہ اس وقت مرزا قادیانی اشتہاروں میں اپنا نام صرف اتنا ہی لکھا کرتے تھے کہ ''غلام احمد رئیسِ قادیان''۔ نہ اس وقت آپ مہدی تھے اور نہ مسیح، اس لیے عام اہلِ اسلام آپ کے ہم نوا تھے اور علمائے اسلام آپ کی امداد کو تیار رہتے تھے جن میں سے خصوصیت کے ساتھ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا نام قابلِ ذکر ہے۔ پیر صاحب گولڑوی، صوفی عبدالحق غزنوی، مولوی غلام دستگیر قصوری، مولوی غلام علی امرتسری اور خاندانِ لدھیانوی وغیرہ بھی اس وقت آپ کو مجاہدِ اسلام تصور کرتے تھے۔'' (الكاوية على الغاوية: ۶۱/۱، طبع امرتسر: ۱۹۳۰ء، احتسابِ قادیانیت: ۵۹/۲۵) [1]

ان اقتباسات سے یہ بات کھل گئی کہ مرزا کی زندگی کی دو حالتیں تھیں؛ زندگی کا ابتدائی حصہ حالتِ ایمان کا تھا، جب کہ دوسرا دور حالتِ کفر کا تھا۔ ہم قارئین کرام سے گزارش کرتے ہیں کہ مرزائیوں کے متعلق آپ کسی بھی فرقے کے مولوی یا کسی آزاد خیال مسلمان کی کتاب پڑھ لیں، وہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کے وجوہِ کفر کی بے شمار چیزوں میں سے بنیادی چیز جو بیان کرے گا، وہ مرزا کا دعوائے نبوت اور انکارِ ختم نبوت ہوگا۔ آج تک کسی محقق شخص اور عالمِ دین تو کجا، کسی اناڑی نے بھی مرزا اور اس کے پیروکاروں کے کفریات میں مرزا کے دعوائے مجددیت کو بیان نہیں کیا۔ اگر کیا ہے تو حوالہ پیش فرمائیں۔

اتمامِ حجت کے لیے ہم یہاں مولانا محمد انور شاہ کاشمیری اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہما اللہ کا نام لیتے ہیں۔ اول الذکر نے ''مقدمۂ بہاول پور'' میں بوقتِ شہادت مرزا کے کافر ہونے پر سب سے پہلی دلیل دعوائے نبوت دی تھی اور موخر الذکر نے ''قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق'' اور ''مرزا قادیانی کے وجوہِ ارتداد'' دونوں کتابچوں میں مرزا کے دعوائے نبوت کی بنیاد پر انھیں زندیق قرار دیا ہے۔ مرزا نے دعوائے نبوت ۱۸۹۱ء میں کیا تھا۔ بلفظِ دیگر اس کے کفریات میں دعوائے نبوت تو ہے، مگر اس کی پہلی زندگی جو مجددیت کے دعوے پر مشتمل ہے، اسے کوئی کفریات میں شمار نہیں کرتا۔

مرزا کی اِبتدائی مخالفت:

مرزا نے اسلام کی حقانیت پر ایک کتاب ''براہینِ احمدیہ'' لکھنے کی ذمہ داری اُٹھائی، اشتہارات کے ذریعے پبلک میں اس کی پُرزور تشہیر کی اور بعض مسلمانوں نے اس کی بھرپور مالی و علمی معاونت کی۔ کتاب

---

[1] بریلوی مکتبِ فکر کے مفتی محمد امین قادری نے "الإدارة لتحفظ العقائد الإسلامية" کی طرف سے "عقيدة ختم النبوة" کے مقدس نام سے بریلوی علماء کی کتب کے ''موسوعہ'' کو شایع کیا تھا جس کی تین جلدوں (۱۱، ۱۲، ۱۳) میں مولانا محمد عالم آسی کی کتاب ''الکاویہ'' کو شایع کیا تھا، اس میں سے مذکورہ عبارت کو نکال دیا گیا۔ صرف یہی عبارت نہیں، بلکہ جہاں جہاں آسی صاحب نے علمائے اہلِ حدیث کی خدمات کا اعتراف کیا تھا، ان کو سرے سے نکال ہی دیا ہے۔ (مثلاً: دیکھیے ۱۱/ ۳۸، ۵۳، ۸۹، ۹۳، ۱۰۱، ۱۲۱، ۱۲۶، ۲۴۴، ۲۵۰، ۵۱۹، ۵۷۹، ۵۸۸، ۵۹۱، ۵۹۷، ۵۹۹)

مفتی محمد امین قادری کے پورے ''موسوعہ'' ہی کی یہ حالت ہے۔ جگہ جگہ خیانت کر کے تاریخی حقائق کو مسخ کیا گیا ہے۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی نے ''کلمہ فضل رحمانی'' (ص: ۱۶۳، ۱۶۴، طبع پنچ پریس، لاہور: ۱۳۱۴ھ) میں مولانا محمد حسین بٹالوی کا اشتہار شایع کیا تھا، ان ''مجاہدینِ ختم نبوت'' نے اس کو بھی نکال دیا ہے۔ (دیکھیے عقيدة ختم النبوة: ۶۸۶/۱، طبع کراچی: ۲۰۰۵ء)

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب ان کے متعلق بھی تھوڑا بہت بول دیں کہ ہم غریب ہی قابلِ گردن زدنی ہیں! (**ابوصہیب**)

کی اشاعت پر اہلِ علم تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے: (۱) موافق، (۲) مخالف (۳) اور ساکت وخاموش۔

اکثریت ساکتوں کی تھی، جب کہ اقل قلیل موافق ومخالف تھے۔ موافق ومخالف دونوں اپنے وقت کے اساطینِ علم تھے۔ ان کی آراء سے اختلاف ممکن ہے، مگران کی نیتوں اور اخلاص پر حرف گیری نہیں کی جاسکتی۔ موافقین کے ذاتی مفادات مرزا سے قطعاً وابستہ نہیں تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی مالی اور علمی حیثیت مخدوش تھی۔ وہ اس پوزیشن میں یقینی طور پر نہیں تھا کہ اس کی حمایت سے کسی کا مالی فائدہ ہوتا یا علمی گراف بلند ہوتا۔ انھوں نے جو کیا، وہ علمی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے محض للہ فی اللہ کیا۔ حسنِ ظن کی وجہ مرزا کی تاویلات اور بیانات تھے، مگر آگے چل کر جب مرزا نے نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ ہمیں دھوکا دیا گیا ہے۔

لدھیانہ میں مخالفت:

مولانا محمد لدھیانوی فرماتے ہیں:

''مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ میں آ کر ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں۔ عباس علی صوفی اور منشی احمد جان مع مریدان اور مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد (مہتمم مدرسہ حقانی) وغیرہ نے اس کے دعوے کو تسلیم کر کے اِمداد پر کمر باندھی۔ منشی احمد جان نے مع مولوی شاہ دین وعبدالقادر ایک مجمع میں، جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا، بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی اس شہر لدھیانہ میں تشریف لائیں گے۔ اور اس کی تعریف میں نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا، گویا وہ اوّل مسلمان ہوگا۔ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم برادرم نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا: اگرچہ اہلِ مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہو، لیکن جو بات خدا جل شانہ نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے، وہ بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی، جس کی تم تعریف کر رہے ہو، بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اوّل کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کرے گا۔ راقم الحروف نے مولوی عبداللہ کو بعد برخاست ہونے جلسے کے کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو، بلا تامل کسی کے حق میں زبان طعن کی کھولنی مناسب نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا، لیکن آخر الامر یہ کلام خدا جل شانہ نے میرے لیے اس موقع پر سرزد کروایا ہے، خالی از الہام نہیں۔'' (فتاویٰ قادریہ، ص:۱،۲)

تجزیہ:

اولاً: مرزا کی زندگی کا سادہ خاکہ پروفیسر محمد الیاس برنی رحمہ اللہ نے دیا ہے، اسے ایک بار ملاحظہ کر لیا جائے:

''① ۱۸۳۹ء، ۱۸۴۰ء میں ولادت۔

② ۶۴ تا ۱۸۶۸: سیالکوٹ کی کچہری میں ملازمت، امتحانِ مختاری میں فیل۔

③ ۱۸۶۸ء: الہامات کی ابتدا۔

④ ۱۸۸۰ء: براہینِ احمدیہ (حصہ اول، حصہ دوم) کی اشاعت۔ ۱۸۸۴ء میں تیسری اور چوتھی جلد کی اشاعت۔

⑤ ۱۸۸۵ء: مجدد ہونے کا دعویٰ اور اس کا اشتہار و اعلان۔

⑥ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء: بیعت لینے کا اشتہار و اعلان۔ پیری مریدی کی ابتدا۔

⑦ ۱۸۹۱ء: مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ اور اس کا اشتہار۔'' (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، فصل:۱۸، ص:۶۱۹)

پروفیسر صاحب کی کتاب ردِ قادیانیت پر اہم ترین مآخذ میں سے ایک ہے۔ مذکورہ بالا اقتباس پر غور کریں تو لدھیانوی صاحب کے بیان میں کئی چیزیں غلط ثابت ہوتی ہیں جو انھوں نے مفتی شاہ دین کے سر تھوپ دی ہیں، پھر ان کا نام نہایت حقارت سے لیا ہے جیسے وہ

کسی دیہات کے ناخواندہ ملاّ ہوں۔ سید عبدالحی حسنی رحمہ اللہ مفتی صاحب کے تعارف میں فرماتے ہیں:

”الشيخ العالم الفقيه المفتي شاه دين بن محكم الدين الحنفي اللدهيانوي، أحد كبار الفقهاء.“ (نزهة الخواطر: ۱۷۴/۸)

ثانیاً: مفتی صاحب کی کردار کشی کے لیے انھوں نے مزید ستم ڈھایا کہ سفرِ لدھیانہ میں، جو مرزا نے ۱۸۸۴ء کی اِبتدا میں کیا تھا، مجددیت اور ایمان لانے کو داخل کر دیا، حالانکہ تاریخی طور پر یہ باتیں سرے سے غلط ہیں۔ مجددیت کا مرزا نے بعد میں اعلان کیا، پیری مریدی کا ڈھونگ بھی بعد میں رچایا گیا اور خود پر ایمان کی دعوت تو مرزا نے ۱۸۹۱ء میں علی الاعلان دعوائے نبوت پر شروع کی تھی۔

ثالثاً: فوت شدہ تو اُٹھ کر اپنی صفائی دینے سے قاصر ہے، مگر ہم وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ مارچ ۱۸۸۹ء کو مرزا نے سب سے پہلے لدھیانہ ہی میں بیعت لی جو قادیانی تاریخ میں ”بیعتِ اولیٰ“ کے نام سے معروف ہے۔ ان بیعت کنندوں میں مفتی صاحب کا نام نہیں ہے۔ مورّخِ احمدیہ دوست محمد شاہد نے بیعتِ اولیٰ میں شامل افراد کی مکمل فہرست دی ہے جس میں مفتی صاحب کا نام نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخِ احمدیت: ۳۴۴/۱، طبع جدید) لہٰذا ان کی طرف محمد لدھیانوی صاحب کی جانب سے ان الفاظ کی نسبت کہ ”جو شخص اس پر ایمان لائے گا، گویا وہ اوّل مسلمان ہوگا“ ایجادِ بندہ ہیں۔

رابعاً: علاوہ ازیں صوفی احمد جان جو لدھیانہ میں سجادہ نشین تھے، وہ تو مرزا کے دعاوی سے قبل ہی فوت ہو گئے تھے۔ گو ان کی اولاد نے قادیانیت قبول کر لی تھی، مگر وہ خود ۱۸۸۵ء میں انتقال کر چکے تھے۔ پھر وہ ان تینوں بھائیوں کے پیر و مرشد تھے اور انھیں ”مجمع فیوضِ سبحانی، منبع علوم روحانی، قدوۃ الواصلین، زبدۃ المحققین، صوفیِ باصفا، زاہدِ اتقی، فیاضِ زمان، مسیحائے دوراں“ کے خطابات سے یاد کیا جاتا تھا۔

(طبِ روحانی، ص: ۲۷، ۲۸، بحوالہ تاریخِ احمدیت: ۲۴۶/۱)

خامساً: اس سارے واقعے کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا کسی کو اپنے الہام کی بنیاد پر کافر کہا جا سکتا ہے۔ عبدالحکیم نعمانی صاحب و احبابہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے رسالے ”الإعلام بمعنى الكشف والوحي والإلهام“ کا مطالعہ کر کے جواب دیں۔

محترم! اُمتی کا کشف و الہام زیادہ سے زیادہ ایک ظن ہے اور ظنی چیز پر کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

”فالمفروض على المفتي والقاضي التثبت في الجواب وعدم المجازفة فيهما خوفا من الافتراء على الله تعالى بتحريم حلال وضده.“ (عقود رسم المفتي، ص: ۵)

یعنی مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ جو کچھ جواب دے رہا ہے، اس پر وہ پورا یقین رکھتا ہو، اٹکل پچو سے بات نہ کرتا ہو، تاکہ اس اِفترا کا خطرہ باقی نہ رہے کہ کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دے دے گا۔

سادساً: ممکن ہے کہ مولانا اللہ وسایا صاحب کہہ دیں کہ علمائے لدھیانہ کے خوابوں اور اِلہاموں کی سچائی آئندہ واقعات نے ثابت کر دی ہے، لہٰذا آج ان کو ظنی کہہ کر انکار درست نہیں۔

بلاشبہ اس میں معقولیت ہے، مگر جب یہ بیان کیا گیا تھا، تب یہ ظنی ہی تھے۔ اس سے تکفیر کی بجائے ان علماء کی کرامت زیادہ سمجھ میں آتی ہے، لیکن کیا کیا جائے کہ یہ کرامت بھی علمائے اہلِ حدیث کی بن جاتی ہے کیوں کہ لدھیانوی خاندان سے بھی پہلے بعض لکھوی علماء مرزا کے کافر و مشرک اور مفتری ہونے کے قائل تھے، چنانچہ یکم مارچ ۱۸۸۴ء (۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ) کو مرزا نے مولانا نور محمد لکھوی کے نام خط لکھا تھا کہ

”مخدومی مکرمی مولوی نور محمد صاحب! سلام على من اتبع الهدى، امابعد:

نامہ گرامی آں مخدوم پہنچا۔ یہ عاجز بباعث کم فرصتی و مشغولی ملاقات بعض احباب و نیز ضعفِ طبیعت اب تک جواب لکھنے سے مقصر رہا اور اب بھی اس قدر طاقت و فرصت نہیں کہ مفصل لکھوں، صرف مجمل طور پر عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ یہ عاجز اپنی ذاتی حالت کی رو سے فی الواقع نہایت آلودہ دامن اور ناچیز اور ہیچ ہے اور جس قدر بدظنی کی جائے، وہ تھوڑی ہے، من آنم کہ من دانم۔ لیکن رنج ہے تو صرف اس قدر ہے کہ جس بنا پر آپ اور آپ کے ان بزرگوں نے، جن کے رؤیا اور کشوف آپ کے زعمِ خام میں قطعی اور یقینی ہیں .... اس احقر عباد پر کذب اور اِفترا کا اِلزام لگایا ہے اور اپنے گمان میں بہت کچھ فساد اور شرک اور کفر کی حالت کو بہ نسبت ایں احقر یقین کر لیا ہے، ایسا یقین مسلمانوں کی حالت سے بعید ہے.......... ان دونوں خوابوں کی صورت پر نظر کر کے سیرت حسن ظن اسلامی کو آپ نے چھوڑ دیا اور جو کچھ تمھارے رب کریم نے تاکید فرمائی ہے کہ ظن المومنین والمومنات کا اپنے بھائیوں سے بخیر ہونا چاہیے، اس تاکید کو یک لخت بھول گئے اور بڑے دعوے سے زبان کھولی کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔

برادرم! آپ ناراض نہ ہو جائیں کہ یہ کلمہ کفر سے کچھ کم نہیں۔ کاش اگر آپ کو کچھ سمجھ ہوتی۔ کسی مومن کی نسبت ایسے ایسے وجوہات سے کفر یا شرک یا فسق اور افترا کا یقین کرنا اور یہ کہنا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے، پرہیزگار اور نیک شعار اور نیک طبیعت مسلمانوں کا ہرگز طریق نہیں۔''

(الحکم: ۱۶ جون ۱۸۹۹ء، مکتوباتِ احمد: ۱/ ۳۸۴، ۳۸۵)

مولانا نور محمد لکھوی کا خط ہمارے پیشِ نظر نہیں، لیکن مرزا کے جوابی خط سے اس قدر تو معلوم ہو جاتا ہے کہ علمائے لکھو کے مرزا کو کافر، مشرک، فاسق اور مفتری یقین کرتے تھے اور بطور ثبوت وہ اپنے الہامات اور خواب بیان کرتے تھے۔ اگر کوئی دلیل سے ثابت کر دے کہ علمائے لدھیانہ کے رؤیا لکھوی بزرگوں کی تکفیر سے پہلے کے ہیں تو ایک طالبِ علم ہونے کی حیثیت سے ہمیں اسے قبول کرنے میں تامل نہیں ہوگا، ان شاءاللہ۔

لیکن قرائن و شواہد اس کے خلاف ہیں کیوں کہ لدھیانوی علماء میدان میں اس وقت آئے جب مرزا نے ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں لدھیانہ کا سفر کیا۔ فروری و مارچ ۱۸۸۴ء میں مرزا قادیان اپنے وطن قادیان میں تھا، سفرِ لدھیانہ اس کے بعد کا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ لدھیانوی مریدوں کے نام مرزا کے فروری و مارچ ۱۸۸۴ء کے مکتوبات ہیں۔ (دیکھیے مکتوباتِ احمد: ۱/ ۵۹۷-۶۰۳_۳/۲۲-۲۴) اس لیے قادیانی مورّخ ڈاکٹر بشارت احمد کی قطعی رائے ہے کہ

''آخر ۱۸۸۴ء میں آپ پہلی مرتبہ لدھیانہ تشریف لے گئے۔'' (مجددِ اعظم: ۱/ ۱۱۶)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلی تکفیرِ مرزا بھی اہلِ حدیث نے کی اور اس معاملے میں لدھیانوی علماء پر لکھوی خاندان کو سبقت حاصل ہے۔

اپنے فتوے پر استخارہ:

مولانا محمد لدھیانوی فرماتے ہیں:

''اس روز مولوی عبداللہ صاحب بہت پریشان خاطر رہے، بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہ کیا۔ بوقتِ شب دو شخصوں سے استخارہ کروایا اور آپ بھی اسی فکر میں سو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک مکانِ بلند پر مع مولوی محمد صاحب و خواجہ احسن شاہ صاحب بیٹھا ہوں، تین آدمی دُور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے۔ جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آگے آتا تھا، اس نے دھوتی کو کھول کر تہ بند کی طرح باندھ لیا۔ خواب ہی میں غیب سے یہ آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی ہے۔ اس وقت خواب سے بیدار ہو گئے اور دل کی پراگندگی یک لخت دُور ہو گئی اور یقینِ کلی حاصل ہوا کہ یہ شخص پیرایۂ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ موافق تعبیرِ خواب کے

دوسرے دن قادیانی مع دو بندوں کے لدھیانہ میں آیا۔استخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہ شخص بے علم ہے اور دوسرے شخص نے خواب میں مرزا کو اس طرح دیکھا کہ ایک عورتِ برہنہ تن کو اپنی گود میں لے کر اس کے بدن پر ہاتھ پھیر رہا ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ مرزا دنیا کے جمع کرنے کے درپے ہے، دین کی کچھ پروا نہیں۔'' (فتاویٰ قادریہ،ص:۲،۳)

اس اقتباس پر تبصرے سے قبل ہم مولانا اللہ وسایا صاحب سے ایک سوال کرتے ہیں کہ آپ کی ماشاءاللہ ساری زندگی قادیانیت کے محاسبے میں گزری ہے، وضاحت فرمائیں کہ جس شخص کو قادیانی کے کفریات کا علم ہو، پھر بھی وہ اس پر استخارے کروائے، اس کی ایمانی حالت کیا ہے؟ ذرا اپنی کتاب ''قادیانی شبہات کے جوابات'' (۱/ ۱۲۹) کا مطالعہ کر کے جواب مرحمت فرمائیے۔

ان استخاروں، خوابوں اور پریشانیوں پر غور کریں جو مولانا عبداللہ لدھیانوی صاحب کے دلی اضطراب کی دلیل ہیں کہ ان کا فتویٰ خانہ ساز تھا جس کی علمی دنیا میں ذرا بھر وقعت نہیں۔خواب کی بنیاد پر کسی شخص کے کفر و ایمان کا فیصلہ کرنا قطعی طور پر مردود، بلکہ فضول ہے۔ ایسے ہزاروں خواب عوام و خواص دیکھتے ہیں۔حضرت گنگوہی کے متعلق بھی اگلے صفحے میں ایک خواب ہے جس پر کوئی صاحبِ علم اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں۔

دلائل کی تلاش

لدھیانوی صاحب فرماتے ہیں:

''جس روز قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا، راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبداللہ و مولوی اسماعیل صاحب نے ''براہین'' کو دیکھا تو اس میں کلماتِ کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دو پہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں، بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔'' (فتاویٰ قادریہ،ص:۳)

اس ترتیب پر غور کریں کہ پہلے تکفیر، پھر استخارے اور بعد میں دلائل کی تلاش! جس کے دل میں خوفِ خدا اور علمی ذمہ داریوں کا احساس ہو، کیا وہ ایسے کرتا ہے! پھر جن چیزوں کو آگے حضرت گنگوہی کے جواب میں بیان کیا ہے کہ ان کے متعلق تو خود مرزا غلام احمد قادیانی نے وضاحت کی ہے کہ

''الہامی عبارت میں کہ جو اس عاجز پر خداوند کریم کی طرف سے القا ہوئے، کچھ کچھ تعریفیں ایسی لکھی ہیں کہ بظاہر اس عاجز کی طرف منسوب ہوتی ہیں، مگر حقیقت میں وہ سب تعریفیں حضرت خاتم الانبیاء کی ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔اور اسی وقت تک کوئی دوسرا ان کی طرف منسوب ہوسکتا ہے کہ جب تک اس نبیِ کریم کی متابعت کرے اور جب متابعت سے ایک ذرہ مُنہ پھیرے تو پھر تحت الثریٰ میں گر جاتا ہے۔ ان الہامی عبارتوں میں خداوند کریم کا یہی منشا ہے کہ اپنے نبی ﷺ اور اپنی کتاب کی عظمت ظاہر کرے۔'' (مکتوبِ مرزا بنام میر عباس علی لدھیانوی، مورخہ ۸ نومبر ۱۸۸۲ء/ ۲۶ ذوالحجہ ۱۲۹۹ھ، مندرجہ مکتوباتِ احمد:۱/ ۵۰۹)

مولانا رفیق دلاوری فرماتے ہیں:

''براہین کے الہامات اصول وعقائدِ اسلامی کے صراحتاً خلاف نہ تھے، بلکہ عموماً مدور منطق کا حکم رکھتے تھے۔بعض علماء بدستور حسنِ ظن کے سنہرے جال میں پھنسے رہے۔''

(رئیسِ قادیان، باب ۱۹، فصل ۶:۱/ ۶۴)

مولانا محمد عالم آسی امرتسری فرماتے ہیں:

''براہینِ احمدیہ کے پہلے چار جز لکھنے تک تو مسلمانوں کے ہم عقائد رہے۔'' (الکاویة علی الغاویة ،ص:۳۵۳،طبع امرتسر: ۱۹۳۰ء، احتسابِ قادیانیت: ۲۵/ ۳۶۷)

یہاں ہم مولانا ابوالحسن ندوی مرحوم کی کتاب ''قادیانیت: مطالعہ وجائزہ'' کے باب دوم کی فصل اوّل کے مطالعے کی اپیل بھی کرتے ہیں۔(جاری ہے)

نقد و نظر

قسط نمبر ۲

قادیانیت پر ملتِ اسلامیہ کا اوّلین متفقہ فتویٰ اور
مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کے خدشات

(مولانا) ابوصہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

اُصولی مباحث:

اولاً: نیت اور دل کے اِرادوں پر مطلع ہونا انسان کے بس میں نہیں ہے کیوں کہ ﴿عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ [الحدید: ٦] یعنی دلوں کے بھید جاننے کی صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اور کسی کی نیت پر فتوے کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ فتویٰ ہمیشہ قول و فعل پر لگایا جاتا ہے۔

ثانیاً: انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی ذات سے نہ کلی اتفاق کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی کتاب کے ایک ایک حرف سے انسان متفق ہو سکتا ہے۔ مولانا اللہ وسایا صاحب نے قادیانیت کے ردّ پر علمائے اُمت کی کتب کے دو سلسلے شایع کیے ہیں: (۱) احتسابِ قادیانیت (۲) اور محاسبۂ قادیانیت۔ پہلے سلسلے کو ساٹھ جلدوں پر ختم کر دیا ہے اور دوسرے کی آٹھ جلدیں شایع ہو چکی ہیں (سطور ہذا کی اشاعت تک تین جلدیں مزید شایع ہوگئی ہیں، یعنی نو تا گیارہ)۔ محترم اللہ وسایا صاحب نے ان کو بڑی محنت سے شایع کیا ہے۔ کیا یہ ان کے ایک ایک لفظ سے متفق ہیں؟ مجھے اُمید ہے کہ مولانا نفی میں جواب دیں گے۔

اگر آپ کا جواب اِثبات میں ہے تو ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اس میں سے چند عبارات علمائے دیوبند کے صاحبِ افتا حضرات کے سامنے پیش کرتے ہیں، پھر جوابات میں ''اللہ دے اور بندہ لے'' کی کیفیت ہی ہوگی! ''محاسبۂ قادیانیت'' کی دوسری جلد میں پادریوں کی کتب ہیں۔ ان میں بالخصوص پادری سلطان محمود پال کی کتاب ہم جیسے کمزور ایمان والے پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ مسئلہ چونکہ حساس ہے، اس لیے میں نے اس پر کچھ لکھ کر باقی کا قلم انداز کر دیا اور لکھا ہوا بھی ضایع کر دیا ہے۔ آپ ذرا زحمت کریں اور کسی دیوبندی مفتی صاحب سے اس پر مشورہ کر لیں۔ ہم نے تو تاویل کر لی ہے اور ہمیں آپ کے بارے میں حسنِ ظن ہے، لیکن سچی بات ہے کہ اس کی اشاعت بالکل پنجابی محاورے کے مطابق ہے:

''شریک دا سنگل جانا چاہی دا اے، بھاویں میری مجھ ٹر جائے۔''

یعنی دشمن کی لوہے کی زنجیر چوری ہونی چاہیے، خواہ اس کے ساتھ میری دودھ دیتی بھینس ہی چلی جائے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ "الدر المختار" کے حاشیے "ردالمحتار" میں فرماتے ہیں:

''صاحب ''الدر'' کا قولِ مذکورہ اپنی طرف سے عذر ہے۔ ان کا مقصود یہ ہے کہ میری کتاب گو متاخرین کی تحریرات اور تحقیقات پر مشتمل ہے، لیکن پھر بھی سہو و نسیان سے محفوظ نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ مجید کے علاوہ کسی اور کتاب کے لیے مقرر نہیں فرمایا کہ اس کے آگے پیچھے سے باطل نہیں آ سکتا۔ اس کتاب کے علاوہ جتنی کتب ہیں، سب میں خطا و زلل واقع ہو جاتا ہے کیوں کہ وہ بشر کی تالیفات ہیں اور وہم و نسیان بشریت کا شعار ہے۔''

آگے ''تنبیہ'' کے زیرِ عنوان علامہ عبدالعزیز نجاری کی شرح اُصولِ بزدوی سے نقل کرتے ہیں:

''امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں حق و صواب بیان کرنے میں کمی نہیں کی، پھر بھی کچھ نہ کچھ ضرور ان میں ایسی چیز پائی جائے گی جو

کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے خلاف ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ ''اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلاف پایا جاتا۔'' (النساء: ۸۲) لہٰذا اگر میری کتب میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے خلاف پایا جائے تو میں یقیناً ان سے رجوع کرنے والا ہوں۔ امام مزنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے استادِ مکرم امام شافعی رحمہ اللہ کے سامنے ان کی کتاب ''الرسالہ'' کو اسّی بار پڑھا، ہر بار وہ خطا پر مطلع ہوئے، پھر حضرت امام نے فرمایا: ہٹاؤ، اللہ تعالیٰ نے کسی کتاب کے صحیح ہونے کو مقرر و معین نہیں فرمایا، سوائے اپنی کتاب کے۔''

(فتاویٰ شامی: ۱/ ۲۷، طبع ایچ ایم سعید، کراچی: ۱۴۰۶ھ)

اس تفصیل کے بعد ٹھنڈے دل سے ہماری گزارشات پر غور کریں۔ ہم قطعاً نہیں کہتے کہ ''براہینِ احمدیہ'' میں غلطیاں نہیں ہیں۔ ہیں اور یقیناً ہیں، ایسی ایسی فاش غلطیاں ہیں کہ جو کسی صاحبِ علم کی تصنیف میں نہیں ہوتیں۔ بلاشبہ کتاب میں کئی باتیں گمراہ کن اور اسلامی تعلیمات کے بھی منافی ہیں، لیکن لدھیانہ کے مفتی شاہ دین صاحب، مولوی نور احمد صاحب، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمود حسن صاحب، مولانا یعقوب صاحب رحمہم اللہ ان کا کفر تسلیم نہیں کرتے۔ ان ناموں کی تفصیل فتاویٰ قادریہ میں ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے بھی اشاعۃ السنۃ (۶، ۷) میں لکھا ہے کہ

''دہلی، دیوبند اور گنگوہ کا کوئی عالمِ دین ان کے فتوائے کفر سے متفق نہ ہوا تھا۔''

۱۳۰۱ھ کا لدھیانوی فتویٰ کہاں ہے؟

جس فتوے کی بنیاد ''الہام'' اور ''القائے الٰہی'' پر تھی، جس پر لدھیانوی علماء نے استخارے کروائے، جس کے پھر دلائل تلاش کرتے رہے، اس کا استفتا کیا تھا اور جواب کیا تھا؟ اتنا اہم فتویٰ کہاں کھو گیا؟ اس میں کون سے دلائل تھے؟ اس کی وضاحت درکار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف زبانی کلامی باتیں تھیں۔ لدھیانہ میں مفتی شاہ دین اور مفتی نور احمد رحمہما اللہ کا طوطی بولتا تھا۔ ان کے آگے ان کی ایک نہ چلتی تھی۔ اسی لیے توبہ، الہام والقا اور استخارے کی آڑ لے رہے تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے جب انھیں بذریعہ خط سمجھایا تو ان کا ردّ کر کے دیوبند لے گئے، مگر وہاں سے انھیں مایوسی ہوئی۔

مولانا رفیق دلاوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے خدانخواستہ کسی نفسانی غرض کی بنا پر فتوائے تکفیر کی مخالفت نہیں کی تھی، بلکہ اصل یہ ہے کہ قادیانی صاحب اس وقت تک اپنے پورے رنگ میں ظاہر نہیں ہوئے تھے۔'' (رئیسِ قادیان، باب۳: ۲/ ۹)

مولانا محمد لدھیانوی صاحب نے ''فتاویٰ قادریہ'' میں فقط واقعات کو ترتیب سے لکھا ہے، فتوے کا متن وہ بھی پیش نہیں کر سکے۔ اس کمی کو ''عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت'' کے کرتا دھرتا حضرات نے بھی شدت سے محسوس کیا ہے۔

سعید احمد جلال پوری صاحب نے فتاویٰ ختمِ نبوت تین جلدوں میں مرتب کیا تو دوسری جلد میں علمائے لدھیانہ کا فتویٰ بھی درج کیا، مگر اس میں تلبیس و تدلیس کی۔ مولانا اللہ وسایا صاحب نے خاص اس فتوے کے تعارف پر صفحہ بھر کا مضمون سپردِ قلم فرمایا۔ لکھتے ہیں:

''اس معرکۂ ۱۳۰۱ھ کی تفصیل حضرت مولانا محمد لدھیانوی نے ''فتاویٰ قادریہ'' (اشاعتِ اول ربیع الاول ۱۳۱۹ھ مطابق جون ۱۹۰۱ء) میں قلم بند کی ہے جو ''فتاویٰ قادریہ'' کے صفحہ: ۲۶ تا ۴۷ تک اکیس صفحات پر مشتمل ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کے رُوبہ رُو اس کے کفر کی حقیقت الم نشرح کرنے کی پہلی کامیاب کوشش ہے، اس لیے اس کتاب میں سب سے پہلے رسالے کے طور پر شایع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔''

(فتاویٰ ختمِ نبوت: ۲/ ۶، طبع عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت: ۲۰۱۴ء)

پھر آگے صفحہ نمبر ۲۲ تا ۲۴ اس کا مکمل متن دیا ہے۔

مگر حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے اور ناواقف لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالی جارہی ہے۔ عبدالحکیم نعمانی صاحب واعوانہ نے مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کو دھوکا دیا ہے۔ اوّل تو وہ فتویٰ ہی نہیں، ایک مضمون ہے۔ دوسرا یہ مضمون ۱۳۰۱ھ سے کم وبیش پندرہ سال بعد کا ہے۔ اس کی اندرونی شہادات ہمارے موقف کی تائید کرتی ہیں جو آپ کے خلافِ دیانت ہونے پر گواہ ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ اس مضمون میں مرزا کی حسبِ ذیل کتابوں کی مدد سے اس کے کفریات کو اکٹھا کیا گیا ہے:

① ازالۂ اوہام، ② ست بچن ③ اور ضمیمہ انجامِ آتھم

ان کتب میں سے کوئی کتاب بھی ۱۳۰۱ھ یا اس سے قبل کی تصنیف نہیں۔ ''ازالۂ اوہام'' مرزا نے ۱۳۰۸ھ میں تصنیف کرکے اسی سال شایع کی تھی، ''ست بچن'' کو مرزا نے ۱۸۹۵ء میں لکھا اور اسی برس نومبر ۱۸۹۵ء میں شایع کی اور ''ضمیمہ انجامِ آتھم'' کی پہلی اشاعت ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء/۱۳۱۲ھ میں ہوئی تھی۔

بلاشبہ اُمتِ مرحومہ میں اولیاء کی کرامات ثابت ہیں، مگر اتنی بلند پایہ کرامت شاید پوری اسلامی تاریخ میں کسی ولی اللہ کی ثابت نہ ہو جو چودھویں صدی میں لدھیانہ کے مفتی حضرات کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھائی کہ مرزا نے جن باتوں کا سات سال بعد ''ازالۂ اوہام''، گیارہ سال بعد ''ست بچن'' اور تیرہویں سال ''انجامِ آتھم'' میں اظہار کرنا تھا، ان کو پہلے سے اللہ تعالیٰ نے اطلاع کردی اور انھوں نے فتویٰ تحریر کردیا!

ممکن ہے کہ کوئی ''خشک موحد'' اس کو ناممکن کہہ دے، بلکہ اسے توحید کے پلیٹ فارم پر شرک کی منادی قرار دے دے۔ ایسے ویسے لوگ دراصل نیچری ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے منکر، اولیاء اللہ کے کرشموں سے انکاری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کے خمیر میں شامل ہے کہ بزرگوں کے اقوال کو ردّ کرنا اور ان کی باتوں کو تسلیم نہ کرنا، پھر اس کا نام توحید رکھنا۔ آخر ان کے پاس کیا دلیل ہے کہ علمائے لدھیانہ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے خبر نہیں دی۔ کیا اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر نہیں؟ ہے اور یقیناً ہے تو پھر انکار کیوں؟

علمائے اہلِ حدیث کا موقف:

تراجم ورجال سے شغف رکھنے والے اور تاریخ سے واقف کار جانتے ہیں کہ جس دور کی بات چل رہی ہے، اس زمانے میں قادیان کے قرب وجوار میں اہلِ حدیث علماء کے تین گھرانے مرجعِ عام وخاص تھے: (۱) قصوری خاندان، (۲) لکھوی خاندان (۳) اور غزنوی خاندان۔ ان تینوں کنبوں کی آل اولاد بفضلہ تعالیٰ قادیانیت کے اثرات سے محفوظ و مامون رہی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان خاندانوں کے علماء کو شروع دن ہی سے مرزا قادیانی کے بارے میں تحفظات تھے۔ انھوں نے اس کی تائید وحمایت تو کجا، کبھی اس سے اتفاق بھی نہیں کیا، بلکہ اس کے اقوال وافعال سے نالاں تھے۔ حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس زمانے میں جب کہ مرزا قادیانی کی ''براہین'' پر ملک لٹو ہوا جاتا تھا اور خریداری واستفادے کا جوش نہایت ترقی پر تھا اور تحسین وآفرین کے غلغلوں کا شور بلند تھا، مختلف گوشوں سے رُک رُک کر آنے والی آوازیں کبھی کبھار سامعین وشائقین کو اپنی طرف متوجہ کرلیتی تھیں کہ دیکھنا، دھوکے میں نہ پھنسنا۔ یہ بڑا علاف، بڑا حراف وعیار ہے۔ سیکڑوں شخصوں سے ہزاروں روپیہ کھا گیا ہے اور ڈکار تک نہیں لیا۔'' (غاية المرام، ص: ۱۳۲، احتسابِ قادیانیت: ۴/ ۱۳۶)

رُک رُک کر آنے والی آوازیں بعض علمائے اہلِ حدیث ہی کی تھیں۔ مرزا نے ۲۱ جون ۱۸۸۳ء (شعبان ۱۳۰۰ھ) کو میر عباس علی لدھیانوی کے نام ایک نجی خط میں لکھا تھا:

''جب یہ کتاب چھپنی شروع ہوئی تو اسلامی ریاستوں میں توجہ اور مدد کے لیے لکھا گیا تھا، بلکہ کتابیں بھی ساتھ بھیجی گئی

تھیں، سواس میں سے صرف نواب ابراہیم علی خان صاحب نواب مالیر کوٹلہ اور محمود خاں صاحب رئیس چھتاری اور مدار المہام جونا گڑھ نے کچھ مدد کی تھی۔ دوسروں نے اوّل توجہ نہیں کی اور اگر کسی نے کچھ وعدہ بھی کیا تو اس کا اِیفا نہیں کیا، بلکہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے بھوپال سے ایک نہایت مخالفانہ خط لکھا۔'' (مکتوبات احمد:۱/ ۵۳۸)

مولانا غلام علی قصوری (ثم امرتسری) کا نام لے کر مرزا قادیانی نے براہینِ احمدیہ (حصہ سوم، ص:۲۱۸-۲۶۸) میں مفصل ردّ تحریر کیا ہے اور حصہ چہارم (ص:۴۷۱) میں بعض اکابر اہلِ حدیث، مثلاً: مولانا احمد اللہ امرتسری اور حافظ نور احمد وغیرہ کا قول لکھا ہے کہ وہ ایسے ویسے الہامات کو مجانین کے خیالات قرار دیتے ہیں۔

مولانا بٹالوی کے نقد و تبصرے میں انھی کی طرف اشارہ ہے، لیکن لکھوی اور غزنوی خاندان مرزا کی تکفیر کے قائل تھے۔ یہ لوگ مرزا کی شعبدہ بازیوں سے نالاں تھے۔ مرزا کا حافظ نور احمد لکھوی (جن کو مرزا نے نور محمد لکھا ہے) کو جوابی خط ہم درج کر آئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو شمارہ: ۴۱، ص: ۱۶، ۱۷) اس خط کو نقل کرنے سے پہلے قادیانیوں نے جو تعارفی نوٹ لکھا ہے، وہ پیشِ خدمت ہے۔

یعقوب علی عرفانی لکھتا ہے:

''لکھو کے (ضلع فیروز پور) میں مولوی محمد صاحب لکھو کے والے ایک مشہور عالم خاندان کے رکن تھے۔ انھوں نے پنجابی زبان میں بعض کتابیں ''احوال الآخرت'' وغیرہ تصنیف کی تھیں اور کچھ قرآنِ مجید کی تفسیر بھی لکھی۔ اس خاندان کے بعض افراد کو خواب بینی یا الہام کا بھی دعویٰ تھا۔ اسی خاندان کے ایک مولوی نور محمد صاحب بھی تھے، میں نے ان کو دیکھا ہے۔ یہ مکتوب جو میں نیچے درج کر رہا ہوں، انھی کے نام ہے۔ میں نے جب ان کو دیکھا تو وہ سلسلے کے خلاف ضلع گورداس پور میں دورہ کر رہے تھے اور وہ قادیان بھی آئے اور انھیں یہ معلوم تھا کہ حضرتِ اقدس (مرزا قادیانی) کے ابنائے عم آپ کے مخالف ہیں، اس لیے انھیں بڑی اُمیدیں تھیں۔ میرے سامنے کا واقعہ ہے اور میں بحمداللہ عینی شاہد ہوں، وہ ایک گھوڑی پر سوار تھے۔ مسجد مبارک کے سامنے ایک چبوترے پر مرزا نظام الدین صاحب بیٹھے ہوئے تھے، ان سے ہی اس نے دریافت کیا کہ نمبردار مرزا نظام الدین صاحب سے ملنا ہے۔ مرزا صاحب نے دریافت کیا: کیا کام ہے؟ میں ہی ہوں۔ اس نے کہا کہ یہاں مرزا نے دعویٰ کیا ہے، میں اس کی مخالفت کرنے آیا ہوں۔ مرزا نظام الدین صاحب نے ہنس کر کہا کہ یہ سمجھا ہوگا کہ ہم ان کے مخالف ہیں۔ یہاں کوئی تقریر نہیں ہوسکتی۔''

(مکتوباتِ احمد:۱/۳۸۳)

اس تعارفی نوٹ کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہم اپنے قارئینِ کرام سے اپیل کرتے ہیں کہ ورق الٹ کر مرزا کے خط کو ایک بار ملاحظہ کریں، اس سے حسبِ ذیل چیزیں ثابت ہیں:

① مکتوب الیہ اور ان کے خاندان کے بزرگ مرزا کو کذاب و مفتری اور مشرک و کافر کہتے ہیں۔

② مرزا ان کے موقف کو کفر سے تعبیر کرتا ہے کہ آپ لوگوں نے حسنِ ظن کو ترک کر کے زبان کھولی ہے۔

③ مرزا نے خط کی ابتدا میں ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' لکھنے کی بجائے ''سلام علی من اتبع الھدیٰ'' تحریر کیا ہے، کیوں؟ اس لیے کہ مرزا کا موقف تھا کہ مجھے کافر کہنے والے خود کافر ہیں، لہٰذا انھیں سلامِ مسنون کہنا جائز نہیں۔

(ملاحظہ ہو آئینہ کمالاتِ اسلام، ص:۲۸۹، مکتوباتِ احمد:۱/ ۳۳۷)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ مکتوب الیہ اور ان کے بزرگ مرزا کو کافر سمجھتے تھے۔

④ مرزا کا یہ خط یکم مارچ ۱۸۸۴ء (موافق ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ) کا

ہے۔اس میں مرزا نے لکھا ہے:

''یہ عاجز بباعث کم فرصتی و مشغولی ملاقات بعض احباب و نیز بوجہ ضعفِ طبیعت اب تک جواب لکھنے سے مقصر رہا۔''

(مکتوباتِ احمد: ۱/۳۸۴)

مرزا قادیانی نے تاخیر سے جواب دینے پر تین عذر بیان کیے ہیں: (۱) کم فرصتی، (۲) بیماری (۳) اور ملاقاتی۔ان عذروں میں کسی سفر کا ذکر نہیں اور مرزا کے لدھیانوی مرید انھی ایام میں مرزا کو لدھیانہ آنے کی دعوت دے رہے تھے، چنانچہ مرزا قادیانی نے ۱۸ جنوری ۱۸۸۴ء کو میر عباس علی کے نام خط میں تحریر کیا کہ

''یہ عاجز اگرچہ بہت چاہتا ہے کہ آں مخدوم کے بار بار لکھنے کی تعمیل کرے، مگر کچھ خداوند کریم ہی کی طرف سے ایسے اسباب آ پڑتے ہیں کہ رُک جاتا ہوں۔''

(مکتوباتِ احمد: ۱/ ۵۸۸)

گویا مرزا ۱۸ جنوری تک لدھیانہ نہیں گیا تھا اور جنوری سے یکم مارچ تک اگر سفر کیا ہوتا تو مرزا اس کا بھی ذکر کرتا۔ثابت ہوا کہ مرزا لدھیانہ میں یکم مارچ کے بعد گیا ہے اور لدھیانہ جانے سے قبل علمائے لکھو کے مرزا کو کافر ومشرک اور کذاب ومفتری کہتے تھے، لہٰذا اُنھیں سبقت حاصل ہے اور لدھیانوی حضرات کا دعویٰ درست نہیں ہے۔

اب آتے ہیں غزنوی خاندان کی طرف۔اس کا ثبوت ہمارے ذمہ ہے تو بغور ملاحظہ کیجیے۔

قادیان کے آس پاس ایک گاؤں ''لودھی ننگل'' ہے، وہاں کے ایک صاحب حافظ نور احمد نے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔جب علمائے امت کا متفقہ فتویٰ شایع ہوا تو مرزا قادیانی کے مذکورہ مرید نے فتوے پر چند اعتراضات کیے۔ان شبہات کے اِزالے کے لیے مولانا بٹالوی مرحوم نے اسے خط لکھا جس کا جواب نور احمد نے ۱۱ ستمبر ۱۸۹۳ء کو دیا۔مرزا کا مرید مولانا بٹالوی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اگر ولی کو ولی پہچان لیتا ہے تو اس وقت آپ نے مولوی عبدالرحمان صوفی صافی اور مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی اور اخی فی اللہ مولوی عبدالحق غزنوی اور باقی اہلِ ولایت وتصوف اولاد امجاد واَتباعِ مولوی عبداللہ مرحوم کا کیوں کہا نہ مانا! یہ سب ولی وصوفی اس وقت اذان واعلان دے رہے تھے کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) کافر اور مخالف شریعتِ محمدی ہے۔آخر وہی آپ نے مانا جو انھوں نے پہلے فرمایا تھا۔ایک کامل ولی اللہ مولوی غلام علی صاحب فراستِ ایمانی سے اس کے دعاوی فحاوی پر محققانہ گفتگو کر رہے تھے، ان کا بھی آپ نے قدر نہ جانا۔''

(بحوالہ اخبار الحکم، قادیان، ص: ۸، ۹۔ ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء)

یہ عبارت ''وشھد شاھد من أھلھا'' کی قبیل سے ہے۔اس عبارت پر غور کریں جو اپنے معنی ومفہوم میں واضح ہے کہ جس دور میں مولانا بٹالوی مرحوم مرزا کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اور اس کے مداح وقدردان تھے، مذکورہ تینوں گھرانے مرزا قادیانی کے مخالف تھے اور لکھوی وغزنوی حضرات کے علاوہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے محبت کرنے والے افراد بھی مرزا قادیانی کو علانیہ طور پر کافر کہتے تھے۔

حقیقتِ حال:

تصنیفِ ''براہینِ احمدیہ'' کے زمانے میں مرزا کے کفر واسلام کی بحثیں اہلِ علم کی مجالس میں ضرور آئیں، موافق ومخالف نے اپنی آراء سے اپنے حلقۂ احباب کو ضرور مطلع کیا، لیکن کسی نے بھی باضابطہ فتویٰ جاری نہیں کیا۔اہلِ علم نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔اس کی کئی وجوہ ہیں؛ مرزا کسی بھی معروف درس گاہ سے تعلیم یافتہ نہیں تھا۔وہ ایک دور افتادہ گاؤں کا دہقان اور علومِ دین سے محض نابلد اور دینِ حنیف کے نہایت معمولی مسائل تک سے ناواقف تھا، حتیٰ کہ اسے عربی زبان میں کلام کرنے کا سلیقہ تک نہ تھا۔اگر یہ کہہ دیا جائے کہ وہ قرآنِ حکیم کے سادہ ترجمہ کرنے کی صلاحیت سے بھی عاری تھا تو یہ

مبالغہ نہیں۔ وہ عربی کی معمولی شد بد رکھتا تھا۔ اس کے دامن میں ذاتی مطالعے کے علاوہ کوئی قابلِ ذکر خوبی نہیں تھی۔ ہاں، البتہ اپنے مافی ضمیر کا اظہار کرنے کی خوبی کا مالک تھا۔ کتبِ تصوف کے مطالعے نے اس کی خوبیوں کو دوآتشہ کر دیا تھا، چنانچہ ذومعنی کلام کرنے کا ماہر، اپنے ہی کلام کی تاویل کرنے میں مشاق اور کہہ مکرنی کی عادتِ سیئہ میں مبتلا تھا۔ صوفیاء کے ہاں کشف والہام اور خرقِ عادت کے باتوں کے ظہور کا دعویٰ عام پایا جاتا ہے۔ ان کے بعض اقوال کی تاویل اور ناممکن التاویل اقوال کو شطحیات کہہ کر چشم پوشی کرنے کا عام رواج ہے۔ مرزا کے ایسے ویسے اقوال بھی اسی نظریے کی نظر ہو گئے۔ ممکن ہے کہ بعض حضرات نے مرزا کو نصیحت کی ہو۔ یہ بات تو ریکارڈ پر ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے جب مرزا کو نصیحت کی تو مرزا نے ۵/اکتوبر ۱۸۸۷ء کو مولانا بٹالوی مرحوم کے نام مراسلہ لکھا کہ

''میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے کسی حرف سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ میری طرف سے تو یہ تحریر وداعی اور آخری خط ہی سمجھیں۔ اب آپ بھی میری طرف خطوط بھیجنے سے مسترح رہیں اور بذریعہ تحریراتِ مطبوعہ اپنے بخارات نکال لیں۔'' (مکتوباتِ احمد: ۱/۳۱۰ ملخصاً)

اس کے بعد مولانا بٹالوی اور مرزا کے تعلقات میں دراڑ آ گئی۔ غالب گمان یہی ہے کہ مولانا لکھوی مرحوم نے بھی مرزا قادیانی کو ایک نجی خط میں ہمدردانہ پند و نصیحت ہی کی ہوگی، مگر مرزا قادیانی میں ضد وہٹ دھرمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جاہل کی انا میں جب "أنـــا ولا غیـــري" کی کھوٹ شامل ہو تو اسے رجوع اور توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ مرزا نے جب بتدریج منازل طے کرتے ہوئے چند سال بعد کھلم کھلا نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا تو علمائے لدھیانہ کو پروپیگنڈے کا مشغلہ ہاتھ لگ گیا کہ مرزا کو کافر کہنے کا اوّلین شرف ہمیں حاصل ہے اور دوسری طرف قصوری صاحب نے یہ دعویٰ کر دیا کہ علمائے عجم سے قبل مفتیانِ حرم نے تکفیر کی تھی۔ (فتح رحمانی، ص: ۳۱، مندرجہ عقیدہ ختم نبوت: ۱/۳۲۱، احتسابِ قادیانیت: ۱۰/۵۶۹)

مقصد یہ تھا کہ یہ سعادت مندی میرے حصے میں آئی ہے۔ علمائے لدھیانہ نے مزید قدم یہ اُٹھایا کہ اپنا علمی گراف بلند کرنے کے لیے عدمِ تکفیر کے قائلین کی توہین اور کردار کشی بھی کی اور مفتی شاہ دین لدھیانوی کا ذکر اس انداز سے کیا جیسے وہ مرزا کے کارندہ تھے، حالانکہ مرحوم نے تو مرزا کی کتاب ''براہینِ احمدیہ'' واپس کر دی تھی۔ (مکتوباتِ احمد: ۱/۵۳۱)

سب سے زیادہ ستم مولانا گنگوہی پر ڈھایا گیا۔ ان کے الفاظ ہیں:

''مولوی صاحب اہلِ نظر نہیں کیوں کہ پہلا فتویٰ یہ دے دیا تھا کہ مرزا قادیانی مردِ صالح ہے، وہ مرزا جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر یہ حکم خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے: ''ہم نے اُتارا اس کو قادیان کے قریب۔'' اور پھر یہ فتویٰ دیا کہ مرزا اہل ہوا اور بدعت سے ہے، باوجود کہ مرزا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہتا ہے۔''

(فتاویٰ قادریہ، ص: ۹۴)

چلیے مان لیتے ہیں کہ مولانا گنگوہی سے مرزا کو مردِ صالح کہنے میں خطا ہوئی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ فتویٰ کہاں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک نجی مراسلہ تھا جس کو لدھیانوی کبھی ''طومار'' (فتاویٰ قادریہ، ص: ۳۰) سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی ''فتویٰ'' کا نام دیتے ہیں، حالانکہ وہ معمولی خط ہے۔ مزید زیادتی یہ کی کہ مولانا نے دوسرے فتوے میں تکفیر نہیں کی، بلکہ صرف اہلِ ہوا اور بدعتی کہا ہے۔ اسے ہم کذب کہہ دیں تو شاید بعض لوگوں پر گراں گزرے، مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتوے میں تحریر کیا ہے:

''یہ جواب صحیح ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی بوجہ ان تاویلاتِ فاسدہ اور ہفواتِ باطلہ کے من جملہ دجالون کذابون خارج از طریقۂ اہلِ سنت و داخل زمرۂ اہلِ ہوا ہے۔''

(متفقہ فتویٰ، ص: ۱۵۴)

مولانا گنگوہی تو اہلِ نظر نہیں، شکر ہے لدھیانوی حضرات اہلِ نظر ہیں۔ شاید ان کے بڑے دماغ میں یہ چھوٹی بات نہیں آئی کہ مولانا گنگوہی نے مرزا کو جھوٹے مدعیانِ نبوت میں شمار کیا ہے، مگر کمال ہے کہ اہلِ نظر کو یہ تکفیر نہیں لگتی، کیوں؟ نظر وسیع ہے ناں۔ اس لیے قرآن کے الفاظ ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾ [الأنعام: ۲۱] تو نہایت مختصر ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے بعد مدعیِ نبوت کو دجال و کذاب ہی کہا ہے۔ ممکن ہے لدھیانوی حضرات کے ہاں یہ بھی کوئی ایمان کا درجہ ہے، اہلِ نظر جو ہیں!

سچی بات ہے کہ راقم یہ بحث پڑھ کر لدھیانوی حضرات کی دیوبندیت پر شک کرنے لگا ہے۔ حیرت ہے کہ ان کو مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا شریفانہ کلام سمجھ نہیں آیا۔

قصوری فتوے کی حقیقت:

مولانا غلام دستگیر قصوری کے فتوے کا ذکر بھی بڑے طمطراق اور دھوم دھام سے کیا جاتا ہے، بلکہ اسے حرمین کے فتوے کا نام دیا جاتا ہے۔ بریلوی اور دیوبندی مکاتبِ فکر کی طرف سے مسلسل اس کی اشاعت ہورہی ہے، مگر اس کی حقیقت بھی افسانے سے زیادہ نہیں۔

مصنف کا دعویٰ ہے کہ میں نے رمضان ۱۳۰۲ھ میں اُردو میں تحریر کیا اور شوال ۱۳۰۳ھ کو اس کی تعریب کی۔ اُردو رسالے کا نام ''تحقیقاتِ دستگیریہ'' ہے، جب کہ عربی رسالے کا اسم شریف "رجم الشياطين برأغلوطات البراهين" ہے۔ بریلوی حضرات نے عربی نام میں فارسی لفظ ''بر'' کو معیوب جان کر "بـرد" سے اصلاح کردی ہے۔ خیر اس میں کوئی قباحت نہ تھی کہ حضرت قصوری عجمی تھے۔ ایسی معمولی غلطی وخطا کا ہوجانا کوئی ناقابلِ معافی جرم نہیں تھا، مگر اس کی وضاحت کردی جاتی تو بہتر تھا۔ اگر بغیر صراحت کے نام کی تبدیلی ناگزیر تھی تو پورے نام کو بدل کر "رجم الشياطين لإظهار كفريات البراهين" یا "رجم الشياطين على كفريات البراهين" رکھ لیتے تو ان کے دعوے کا بھی بھرم رہ جاتا کہ یہ فتوائے کفر ہے کیوں کہ ''اغلوط'' غلط کی جمع ہے اور ''غلط'' اور ''کفر'' مترادف الفاظ نہیں ہیں۔ ہر کفر غلط ہے، مگر ہر غلط کفر نہیں، جیسے مولانا قصوری کا عربی نام میں فارسی لفظ داخل کرنا غلطی ضرور ہے، مگر کفر نہیں۔ افسوس کہ جس چیز کا مصنف کو دعویٰ نہیں، وہ ہمارے محترم دوست ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہ تو مرزا کی غلطیاں نکال رہے ہیں اور یہ ان کو کفر شمار کررہے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

قصوری صاحب فرماتے ہیں کہ رسالے کا اختتام چونکہ امرتسر میں ہوا تھا، لہٰذا سب سے پہلے انھی کے حضور پیش کیا۔ رسالے پر سب سے پہلی تقریظ علمائے امرتسر سے مولانا غلام رسول (امام مسجد میاں محمد جان رئیسِ امرتسر) کی ہے۔ ہم ان کے قول کو نقل کرتے ہیں، بقیہ کو اس پر قیاس کر لیجیے۔ ان کا کہنا ہے:

> ''مجھے ظنِ غالب ہے کہ مصنف ''براہینِ احمدیہ'' مرضِ مالیخولیا میں گرفتار ہیں۔ اسی سبب سے صورتِ متخیلہ موہومہ کو اُمورِ مزمنہ الہامیہ قرار دینے میں لاچار ہیں، ورنہ باوجود سلامتِ عقل وحواس اور باوجود ادّعائے اسلام ایسے الہاماتِ واہیہ کے مدعی نہ ہوتے۔'' (تحقیقاتِ دستگیریہ مندرجہ عقیدہ ختمِ نبوت: ۱/۲۱۶، احتسابِ قادیانیت: ۱۰/۵۳۹، فتاویٰ ختم نبوت: ۲/۱۰۵)

ان الفاظ پر غور کریں کہ یہ فتوائے تکفیر ہے یا مرزا کو بوجہ بیماری لاچار کہہ کر اسے مرفوع القلم قرار دیتے ہوئے اس کی عدمِ تکفیر کا اظہار ہے؟ مگر ہمارے مہربان اس کو تکفیر ہی کہنے پر بضد ہیں تو ہم ان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں!

ہاں، اتنا تو ضرور عرض کر سکتے ہیں کہ یہ شرف بھی ہمارے اسلاف کو جناب کے بزرگوں سے پہلے حاصل ہو چکا ہے۔ مرزا قادیانی کا بیان ملاحظہ کریں:

> ''یہ عاجز اس مقام تک لکھ چکا تھا کہ شہاب الدین نامی ایک شخص موحد (ساکن تھہ غلام نبی) نے آ کر بیان کیا کہ

مولوی غلام علی صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اور مولوی عبدالعزیز صاحب اور بعض دوسرے مولوی صاحبان اس قسم کے الہام سے کہ جو رسولوں کے وحی سے مشابہ ہے، باصرارِ تمام انکار کر رہے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض مولوی صاحبان مجانین کے خیالات سے اس کو منسوب کرتے ہیں۔''

(براہینِ احمدیہ،ص:۵۴۴، ۵۴۵، روحانی خزائن:۱/۶۵۱)

مذکورہ تینوں افراد علمائے اہلِ حدیث میں سے ہیں۔ عبدالعزیز سے مراد ''غزنوی'' ہیں جو مولانا عبداللہ غزنوی کے بیٹے اور مولانا عبدالجبار غزنوی کے بھائی تھے۔ ممکن ہے کوئی انھیں ''لدھیانوی'' کہہ دے جو قطعاً غلط ہے کیوں کہ لدھیانوی حضرات نے تو اس وقت کافر کہا جب مرزا اشاعتِ براہین (حصہ چہارم) کے بعد لدھیانہ گیا تھا۔

قارئینِ کرام! بات مولانا غلام رسول امرتسری کی تقریظ سے شروع ہوئی تھی، درمیان میں دیگر مباحث آ گئے۔ ہم عرض یہ کرنا چاہتے ہیں کہ برصغیر کے اہلِ علم میں سے کسی نے تکفیر نہیں کی۔ قصوری صاحب نے یہاں سے ناکامی کے بعد حرمین میں تعریب کر کے رسالے کو بھیجا تو وہاں سے بھی گمراہ و بدعتی وغیرہ ہی کا فتویٰ آیا۔ ہاں، رحمت اللہ کیرانوی صاحب نے ضرور کافر لکھوایا تھا۔ اس حقیقت کا اِدارک قصوری صاحب کو بھی تھا، اس لیے تو انھوں نے کہا کہ علمائے عجم سے پہلے مفتیانِ حرم نے تکفیر کی تھی۔ (فتح رحمانی، ص:۳۱)

حالانکہ کتاب تو پہلے علمائے عجم کو پیش کی گئی تھی، اگر انھوں نے تکفیر کی ہوتی تو قصوری صاحب یہ بات نہ کہتے۔ مگر اس بیان میں بھی انھوں نے خلافِ حقیقت بات کو شامل کر دیا ہے کیوں کہ کیرانوی صاحب عربی النسل نہیں تھے، بلکہ وہ تو ہندی تھے اور مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ وہ حرمین میں سے کسی جگہ پر مفتی تھے اور نہ امام۔ ویسے بھی موصوف خارجی، یعنی تکفیری ذہن رکھتے تھے۔ اس کمزوری کو مولانا قصوری کما حقہ جانتے تھے، اس لیے اس کی اشاعت کو کئی سال روکے رکھا۔ ہاں، بوقتِ اشاعت (۱۳۱۲ھ میں) لکھ دیا کہ

''فقیر نے بنظرِ خیر خواہیِ اسلام اس کے شایع کرنے میں تاخیر کی، شاید مرزا قادیانی رُو بہ راہ ہو جائیں۔'' (تحقیقاتِ دستگیریہ، ص:۸۱، عقیدۂ ختمِ نبوت:۱/۲۲۳، احتسابِ قادیانیت: ۱۰/۵۴۳، فتاویٰ ختمِ نبوت:۲/۱۰۷)

قصوری صاحب کے الفاظ پر غور کریں جو تکفیر کی بجائے مرزا کے گمراہ ہونے کی چغلی کھا رہے ہیں۔

اگر مرزا نے ''براہین'' میں نبوت و رسالت کا دعویٰ کر دیا تھا، جیسا کہ قصوری صاحب کے قدردان کہتے ہیں تو جھوٹے مدعیِ نبوت کے متعلق فتوے کو روکنا، کیا یہ اسلام کی خدمت ہے؟ میری عقل نے تو اسے قبول نہیں کیا، باقی آپ لوگوں کی مرضی ہے!

یہ ہے اس فتوے کی حقیقت جس کو حرمین کے فتوے کا نام دیا جاتا ہے!

آخر میں ہم اس کی بھی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ

قصوری صاحب کا یہ بیان کہ میں نے اسے رمضان ۱۳۰۲ھ میں لکھا اور شوال ۱۳۰۳ھ میں تعریب کر کے حرمین بھیجا اور وہاں سے ۱۳۰۵ھ میں جواب آیا، کتاب کی اندرونی شہادت قصوری صاحب کی تردید کرتی ہے کیوں کہ انھوں نے اخبار ریاضِ ہند کے پرچے یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے مرزا کے ایک اشتہار سے استشہاد کیا ہے جو آخر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۳ھ بنتا ہے۔ اس گواہی نے ساری کارروائی ہی کو مشکوک کر دیا ہے!

رہے اس فتوے کے متعلق مولانا بٹالوی مرحوم کے بیانات تو وہ محض ان لوگوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر لکھے گئے تھے کیوں کہ کتاب تو شایع شدہ نہ تھی (اور اب جو شایع شدہ ہے، اس کے متعلق بالجزم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اصل ہے اور اس میں کوئی گڑبڑ نہیں کی گئی) اور مولانا بٹالوی مرحوم کا قصوری صاحب سے میل جول تھا اور نہ لدھیانہ والوں سے راہ و رسم تھی۔ (جاری ہے)

نقد و نظر

قسط نمبر ۳

قادیانیت پر ملتِ اسلامیہ کا اوّلین متفقہ فتویٰ اور
مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کے خدشات

(مولانا) ابو صہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

متفقہ فتوائے تکفیر سے قبل علمائے اہلِ حدیث کے فتاویٰ:

مرزا نے گو تحریری طور پر ۱۸۹۱ء کی ابتدا میں مسیحیت و نبوت کا دعویٰ کیا، مگر زبانی طور پر وسط ۱۸۹۰ء میں وہ ان تمام دعاوی سے اپنے مقربین و حواریوں کو مطلع کر چکا تھا۔ مسلمانوں میں سے جس کو بھی اس کی بھنک پڑی، اس نے مرزا کو دجال و کذاب اور مفتری قرار دیا۔ اس میں سبقت کس کو حاصل ہوئی، اس دور کا اگر مکمل ریکارڈ دستیاب ہو جائے تو کوئی حتمی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

مرزا نے ۱۵ جولائی ۱۸۹۰ء کو حکیم نور الدین کے نام ایک نجی خط میں لکھا تھا:

''مولوی محمد حسین صاحب نے پختہ ارادہ مخالفانہ تحریر کا کر لیا ہے اور اس عاجز کے ضال ہونے کی نسبت زبانی طور پر اشاعت کر رہے ہیں۔ مرزا خدا بخش [مصنف ''عسل مصفیٰ''] جو محمد علی خاں صاحب کے ساتھ آئے ہیں، ذکر کرتے ہیں کہ میں نے بھی ان کی زبانی ضال کا لفظ سنا ہے۔ کل بمشورہ مرزا خدا بخش و محمد علی خاں صاحب ان کی طرف خط لکھا گیا ہے کہ پہلے ملاقات کر کے اپنے شکوک پیش کرو۔ معلوم نہیں کیا جواب لکھیں۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر آپ نہ آ سکیں تو میں خود آ سکتا ہوں، مگر ان کے اس فقرے سے سب کو تعجب آیا کہ میں عقلی طور پر مسیح کا آسمان سے اُترنا ثابت کر دوں گا۔ غرض ان کی طبیعت جوش میں ہے اور ایک قسم کا ابتلا ہے جو انھیں پیش آ گیا ہے۔ غزنوی صاحبوں کا جوش اس قدر ہے کہ ناگفتہ بہ۔ ایک صاحب محی الدین نام لکھو کے میں ہیں، انھوں نے اس بارے میں اپنے الہامات لکھے ہیں .... محی الدین اور عبدالحق کے الہامات کا یہی خلاصہ ہے کہ یہ شخص ضال ہے، جہنمی ہے۔ اور میں نے سنا ہے کہ ان لوگوں نے کچھ دبی زبان سے کافر کہنا شروع کر دیا ہے۔ ایک شخص محمد علی نام، شاید گوجرانوالہ کا رہنے والا ہے۔ مولوی تو نہیں، مگر خوش الحان واعظ ہے۔ اس نے سنا ہے کہ بٹالہ میں بڑی بدزبانی شروع کی ہے۔'' (مکتوباتِ احمد: ۲/۹۳، ۹۴)

۸ مارچ ۱۸۹۱ء کو مرزا نے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کو خط لکھا تھا جس میں اس نے لکھا ہے کہ

''الہام کی رو سے کافر اور ملحد ٹھہرانے والے تو میاں مولوی عبدالرحمان لکھو کے والے ہیں اور جہنمی ٹھہرانے والے میاں عبدالحق غزنوی ہیں۔ جن کے الہامات کے مصدق و پیرو میاں مولوی عبدالجبار [غزنوی] ہیں۔'' (مکتوباتِ احمد: ۱/۳۱۸)

۲۷ مئی ۱۸۹۱ء کو مرزا نے مولانا محمد حسن رحمہ اللہ رئیس لدھیانہ کے نام خط میں لکھا تھا:

''اب فتنۂ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جاتا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں، یہی وعظ شروع کی ہے کہ یہ شخص ملحد اور دین [اسلام] سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔''

(مکتوباتِ احمد: ۱/۳۳۳)

مرزا نے جب ''فتحِ اسلام'' میں تحریری طور پر اعلان کیا تو کسی طرح اس کی خبر مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کو بھی ہو گئی۔ انھوں نے پریس

سے اس کی کاپیاں منگوا کر پڑھی تھیں اور یہیں سے مخالفت نے شدت اختیار کی۔ مولانا عبدالحق غزنوی رحمہ اللہ نے مرزا کو مباہلے کا چیلنج دیا، چنانچہ مرزا نے ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء کو مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے نام خط میں بھی کہا کہ

''ایک اشتہار جو عبدالحق کے نام سے جاری کیا گیا ہے .... میری رائے میں وہ آپ ہی کی جماعت میں سے ہے اور اشتہار بھی دراصل آپ ہی کی تحریک سے لکھا گیا ہوگا۔''

(مکتوباتِ احمد: ۱/۴۲۴، مجموعہ اشتہارات: ۱/۶ ۱۷)

حضرت مولانا عبدالحق غزنوی رحمہ اللہ کے مباہلے کا ذکر مرزا نے ''ازالہ اوہام'' (ص: ۶۳۷) میں بھی کیا ہے اور ''ازالہ'' کی تصنیف واشاعت سے قبل مولانا عبدالرحمان لکھوی، مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا عبدالحق غزنوی رحمہ اللہ مرزا کو کافر وملحد اور جہنمی کہتے تھے، جیسا کہ مرزا نے ''ازالہ اوہام'' (ص: ۶۶۱، ۶۶۲) میں اعتراف کیا ہے۔ تاریخ میں سب سے پہلی کتاب جو مرزا غلام احمد قادیانی کے ردّ میں شایع ہوئی، وہ مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی رحمہ اللہ کی تصنیف "إعلاء الحق الصريح بتكذيب مثيل المسيح" ہے جو ۱۳۰۹ھ کے ابتدائی ایام میں شایع ہوئی تھی۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ کتاب پر متعدد اہلِ حدیث اکابر کی تقریظیں ہیں، مثلاً: ① مولانا محمد لطف اللہ، ② میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی، ③ شیخ حسین عرب، ④ مولانا محمد بشیر سہسوانی، ⑤ مولانا سلامت اللہ، ⑥ مولانا محمد صدیق پشاوری، ⑦ مولانا محمد حسین بٹالوی، ⑧ مولانا عبدالجبار عمر پوری ⑨ اور مولانا محمد حمایت اللہ رحمہ اللہ۔ (ملاحظہ ہو إعلاء الحق، ص: ۴۲-۴۴)

معروف قادیانی محمد احسن امروہی نے اپنے رسالے ''اعلام الناس'' (جو مرزا قادیانی کی کتاب ''ازالہ اوہام'' سے پہلے شایع ہوا تھا اور جو دو حصوں پر مشتمل تھا) میں جا بجا لکھا تھا کہ اس مضمون کی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی مولانا محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ بھی تائید کرتے ہیں۔ مولانا سہسوانی رحمہ اللہ نے اپنی تقریظ میں اس سے براءت کا اظہار کیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

"وليعلم أن ما يتوهم من عبارات "إعلام الناس" تأليف المولوي محمد أحسن مهتمم المصارف، من أن كاتب الحروف موافق لمرزا في هذه الأباطيل أو معتقده أو ناصره أو ناصر ناصريه، فأنا بفضل الله تعالى بريء منه، والله على ما نقول وكيل." (إعلاء الحق، ص: ۴۳، احتساب قاديانيت: ۴۲/۴۷۱)

یعنی مولوی محمد احسن کی تصنیف ''اعلام الناس'' کی عبارات سے یہ وہم ہوتا ہے کہ راقم الحروف مرزا کے اباطیل میں اس کا موافق ہے، یا اس کا عقیدت مند ہے، یا اس کا مددگار ہے، یا اس کے مددگاروں کا مددگار ہے۔ میں بفضل اللہ تعالیٰ ان (تہمتوں) سے بری ہوں۔ ہم جو کہہ رہے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔

ربیع الاوّل ۱۳۰۹ھ میں بمقام دہلی حضرت سہسوانی رحمہ اللہ کا مرزا قادیانی سے تین موضوعات پر مناظرہ ہونا طے پایا تھا: حیاتِ مسیح، نزولِ مسیح اور مرزا کے ''مسیحِ موعود'' ہونے پر۔ پہلے مناظرے ہی میں مرزا نے اپنی اوقات کو بخوبی سمجھ لیا تھا اور اسی لیے مناظرہ ادھورا چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا۔ گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ اگر یہ کتاب ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کے بعد شایع ہوئی تھی تو مولانا مرحوم کو اپنی صفائی دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ کتاب مناظرۂ دہلی سے پہلے شایع ہوئی تھی۔ اشاعت سے قبل مصنف نے اسے لکھا، کاتب نے کتابت کی اور پھر ۱۳۰۹ھ کے ابتدا میں شایع ہوئی۔

اس تمہید کے بعد اب ہماری گزارشات ٹھنڈے دل سے ملاحظہ کریں۔

تقریظیں لکھنے والے بزرگوں نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی ہے۔ مولانا سہسوانی رحمہ اللہ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

"إن مرزا المذكور خرج بهذا الاعتقاد الزائغ من طائفة أهل السنة والجماعة ودخل في

الفرق الضالة المبتدعة ، وإنه ضال مضل مبتدع فاسق ." (إعلاء الحق، ص : ٤٣)
''بے شک مرزا مذکور اس اعتقاد کی وجہ سے طائفہ اہلِ سنت والجماعت سے خارج اور گمراہ و بدعتی فرقوں میں داخل ہے اور لاریب وہ خود بھی گمراہ ہے، دوسروں کو گمراہ کرنے والا اور بدعتی و فاسق ہے۔''

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"لا شك أن المرزا القادياني قد أظهر في رسائله أساس الضلالة وعيون الجهالة ، عقائد كفرية ومقالات بدعية ، خرج بها عن اتباع السنن والإسلام ، وتبع فيها الفلاسفة والآرية والنصارى والملاحدة الباطنية اللئام ." (إعلاء الحق، ص : ٤٤، احتساب قاديانيت : ٤٧٢/٤٢)
''بلاشبہ مرزا قادیانی نے اپنے رسائل میں گمراہی کی بنیاد اور جہالت کے چشمے کو کھولا ہے۔ اس کے عقائد کفریہ اور مقالات بدعیہ ہیں جن سے وہ اہلِ سنت اور اسلام سے خارج ہوگیا ہے۔اس نے ان میں فلاسفہ، آریہ، نصاریٰ اور لئیم باطنی ملحدوں کی پیروی کی ہے۔''

مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"لا شك أن المرزا القادياني قد عارض الحق الصريح وأنكر ضروريات الدين وإجماع السلف الصالحين ، وأتى بشيء شنيع وقبيح ، فهو ضال مفسد ملحد زنديق خارج عن جماعة أهل الإيمان والتصديق ." (إعلاء الحق، ص : ٤٤، احتساب قاديانيت : ٤٧٢/٤٢)
''بلاشبہ مرزا قادیانی نے صریح حق کی مخالفت کی ہے اور ضروریاتِ دین اور سلف صالحین کے اجماع کا انکار کیا ہے اور بہت ہی بُری چیز لایا ہے، لہٰذا وہ گمراہ، مفسد، ملحد اور زندیق ہے اور مومنوں کی جماعت سے خارج ہے۔''

مولانا محمد حمایت اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"إن القادياني خالف جميع أهل الإسلام والدين ، واختار سبيل الملحدين ، وانحاز عن طريق السلف الصالحين ." (إعلاء الحق، ص : ٤٤، احتساب قاديانيت : ٤٧٢/٤٢)
''مرزا قادیانی نے تمام مسلمانوں کی مخالفت کی ہے، ملحدین کے راستے کو اپنایا ہے اور سلف صالحین کے طریق سے الگ ہوگیا ہے۔''

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اپنے فتوائے تکفیر کے مقدمے میں فرماتے ہیں:
''چاروں طرف سے نعرۂ تکفیر و نفرین بلند ہونے لگا۔ ان رسائلِ ثلاثہ سے ہر ایک کادیانی نے اچھا اثر نہ دیکھا تو اشاعتِ رسالہ ''توضیحِ مرام'' ہی کے وقت سے مباحثے کا بھی اشتہار دے دیا۔ اور اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں یہ مشتہر کیا کہ علمائے وقت جب تک میرے عقائد و مقالات میں، جن کو وہ کفر و گمراہی سمجھتے ہیں، مجھ سے مباحثہ نہ کرلیں، تب تک اپنی زبان کو تکفیر اور طعن سے روک رکھیں ....
جس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ جتنے دنوں تک مباحثہ ملتوی رہے اور ٹل سکے، اتنے ہی دن طعن و تحقیر سے لوگوں کی زبان بندر ہے۔'' (متفقہ فتویٰ، ص: ۱۰، طبع دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور)

یہاں تک کی بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر متفرق مقامات پر اہلِ حدیث علماء نے کی۔ ہم قطعاً یہ نہیں کہتے کہ علمائے احناف نے تکفیر نہیں کی تھی، سبھی کر رہے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے اس پر اضافہ یہ کیا کہ استفتا مرتب کر کے اپنے استاد السید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حضور پیش کیا۔ انھوں نے مرزا کی دس وجوہات کی بنا پر تکفیر کی۔ مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے اسے علیحدہ سے شایع کر

کے پورے برصغیر کے معروف مقامات پر خود جا کر اور جہاں وہ پہنچ نہ سکے، وہاں میاں صاحب رحمہ اللہ کا مطبوع فتویٰ بھیج کر تائیدات حاصل کیں اور تمام مکاتبِ فکر نے مرزا کے کفرِ بواح کا فتویٰ دیا۔ یہ شرفِ اولین برصغیر تو کجا، پوری دنیائے اسلام میں مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ سے پہلے کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ عبدالحکیم نعمانی صاحب جیسے بیسیوں کیا، ہزاروں محقق بھی بحمد اللہ تعالیٰ ہماری اس بات کی تردید نہیں کر سکتے۔

علمائے لدھیانہ کی خاموشی:

مرزا کے ابتدائی مرید پورے برصغیر میں سب سے زیادہ لدھیانہ میں تھے اور یہیں سے اس نے پیری مریدی کی تجارت کا آغاز کیا تھا۔ ۴ مارچ ۱۸۸۹ء کو ''گزارشِ ضروری'' کے عنوان سے اشتہار دیا کہ جو بیعت کرنا چاہتے ہیں، وہ لدھیانہ آ جائیں۔ ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو مرزا قادیانی نے اپنے مریدوں سے لدھیانہ میں بیعت لی جو قادیانی تاریخ میں ''بیعتِ اولیٰ'' کے نام سے معروف ہے۔ ''فتحِ اسلام'' اور ''توضیحِ مرام'' کو مرزا نے ۱۸۹۰ء کے آخر میں قادیان میں تصنیف کیا اور ۱۸۹۱ء کے شروع میں لدھیانہ سے شایع کیا۔

بالفاظِ دیگر مرزا نے تحریری دعوائے نبوت و مسیحیت کا لدھیانہ ہی سے آغاز کیا تھا، لدھیانہ ہی میں اس نے اپنے دعوے کے دلائل اور وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر کتاب ''ازالۂ اوہام'' تصنیف کی اور شایع کی تھی۔ کیوں؟ اس لیے کہ لدھیانہ کے کئی رئیس، مولوی اور سجادہ نشین مرزا کی بیعت کر چکے تھے۔ وہ اپنے وطن کی بجائے لدھیانہ میں خود کو زیادہ محفوظ خیال کرتا تھا۔ ''ازالۂ اوہام'' کی اشاعت سے قبل مرزا کا مخلص مرید محمد احسن امروہی "إعلام الناس" کے نام سے دو حصوں میں کتاب تحریر کر کے شایع کر چکا تھا۔

(ازالۂ اوہام، ص: ۷۰۵، روحانی خزائن: ۳/۵۲۴)

پورے پنجاب کے علاوہ بعض دیگر جگہوں پر ماحول خاصا گرم تھا۔ مرزا نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں اپنے مکفّرین میں سے چیدہ چیدہ اور نام وَر علماء کو مباحثے کا چیلنج دیا:

① مولانا محمد حسین بٹالوی، ② مولانا رشید احمد گنگوہی، ③ مولانا عبدالجبار غزنوی، ④ مولانا عبدالرحمان لکھوی، ⑤ مولانا عبیداللہ تبّتی، ⑥ مولوی عبدالعزیز لدھیانوی اور ⑦ مولوی غلام دستگیر قصوری۔

(مجموعۂ اشتہاراتِ مرزا: ۱/۱۷۴)

مرزا کی اس دعوتِ مبارزت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزائیوں کے گڑھ لدھیانہ میں مباحثہ ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ وکیل تھے، جب کہ ان کے حریف خود مرزا تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کئی قادیانی مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ میر عباس علی شاہ لدھیانوی اسی مناظرے کے سبب ہی مسلمان ہوئے تھے۔

اس تمام ہنگامے میں مولوی محمد لدھیانوی اپنے بھائیوں سمیت خاموش رہے۔ (اگر کوئی صاحب اس کی نفی ثابت کر دیں تو تاریخ کا ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے ہمیں اسے قبول کرنے میں کوئی باک نہ ہو گا) ان کی خاموشی کو تو مرزا کے چیلنج نے توڑا۔ ہوا یوں کہ مرزا نے ۲۳ مئی [1] ۱۸۹۱ء کو ان تینوں بھائیوں کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ (اشتہارِ مرزا ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء، مندرجہ مجموعۂ اشتہاراتِ مرزا: ۱/۱۹۱) جس کی وجہ سے وہ میدان میں اُترنے پر مجبور ہو گئے تو ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ کو انھوں نے اشتہار شایع کیا جس کا مکمل متن مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ نے دیا ہے۔

(ماہنامہ لولاک، ص: ۴۲-۴۴، اکتوبر ۲۰۲۰ء)

اس اشتہار کے بعد ان تینوں بھائیوں نے تحریکِ ختمِ نبوت میں کوئی قابلِ ذکر تو کجا، سرے سے کوئی سر درد ہی نہیں لی۔ اہلِ علم جانتے

[1] مرزا کے اِشتہار میں تاریخ ۲۳ مئی کتابت کی غلطی ہے، درست تاریخ ۳ مئی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ مرتب کا کہنا ہے کہ یہ اِشتہار پہلے لدھیانہ میں ۲۱ سطروں میں شایع ہوا، بعد میں اخبار ''ریاضِ ہند'' میں مورّخہ ۱۸ مئی کو شایع ہوا۔ اب میں نے دیکھا تو علم ہوا کہ اس غلطی پر مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے بھی تنبیہ کی ہے۔ (ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ، جلد: ۱۳، بحوالہ محاسبۂ قادیانیت: ۹/۱۲۳)

ہیں کہ ماحول کے مطابق انسان سوچنے پر مجبور ہو جایا کرتا ہے۔ لدھیانہ میں مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ کرنے کی اشد ضرورت تھی، مگر ان تینوں بھائیوں نے سرے سے اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔ ہم مولوی عبدالحکیم نعمانی وأعوانہ کے نہایت شکر گزار ہوں گے اگر وہ ہماری اس بات کی تردید دلائل سے ثابت کرتے ہوئے ان تینوں سپوتوں کی اس موضوع پر کتاب تو کجا، کوئی کتابچہ ہی ثابت کر دیں۔ چلیے مزید رعایت دیتے ہیں کہ ان بہادر شیروں کا کسی جگہ مرزائیوں سے کوئی مناظرہ ومباحثہ ہی دکھا دیں۔

جناب نعمانی صاحب! سن لیں کہ یہ شرف بھی ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔ اسی لدھیانہ سے ایک سلفی عالمِ دین اٹھے تھے جنھوں نے نظم ونثر میں مرزا کا ایسا تعاقب کیا کہ مرزا قادیانی کے چھکے چھڑا دیے۔ مرزا اپنے اس حریف سے ایسا تنگ آیا کہ انھیں گندی اور غلیظ گالیوں سے نوازا، حتیٰ کہ انھیں ''ابن بغاء'' (کنجریوں کی اولاد) تک کہہ دیا۔ (انجامِ آتھم، ص: ۲۸۲) اس شاہراہِ بہشت کے مسافر کا نام تھا مولانا سعداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ۔[1] (جاری ہے)

مولانا رانا محمد اسلم خان ناگرہ وفات پا گئے

مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے بزرگ راہنما محترم مولانا مفتی رانا محمد اسلم خان ناگرہ (سابق امیر مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ٹوبہ ٹیک سنگھ) ۲۸ نومبر ہفتہ ۲۰۲۰ء کو ۸۵ برس کی عمر میں وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی زندگی دینِ اسلام کی تبلیغ اور ترویجِ مسلک اہلِ حدیث میں گزری۔ مولانا مرحوم علاقے میں اثر ورسوخ رکھنے والی شخصیت تھے۔ لوگ اپنے دینی ودنیوی معاملات کے حل کے لیے آپ سے رجوع کرتے تھے۔ آپ کا آبائی گاؤں چک ۳۵۱ گ ب ناگرہ (ضلع ٹوبہ) تھا اور اسی گاؤں سے آپ کا تعلق رہا۔

ان کی نمازِ جنازہ بعد نمازِ عصر اسی گاؤں میں پڑھائی گئی جس میں سیاسی وسماجی اور تعلیم وتدریس سے تعلق رکھنے والے احباب کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ اللّٰھم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه.

(حافظ عبدالباسط، صدر اہلِ حدیث یوتھ فورس گوجرہ)

---

[1] مقام واہمیتِ حدیث کے حوالے سے مولانا سعداللہ مرحوم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جن میں انھوں نے دیکھیے کہ کس خوب صورتی سے اپنا مسلک اور علمی رجحان بیان کیا ہے۔

دخل یہاں تقلید کا مطلق نہیں
مسلک اپنا غیر راہِ حق نہیں

دل سے ہیں مشتاقِ تحقیقات ہم
بے سند مانیں نہ کوئی بات ہم

بوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ امام
اور احمدؒ، رہبرِ دیں ہیں تمام

ہم وصیت پر ہیں ان کی کاربند
ہے ہمیشہ ہم کو را ان کی پسند

رکھتے ہیں پیشِ نظر قولِ امام
"فاضربوا" اور "اتركوا قولي" مدام

گر نہ ہو معلوم کوئی مسئلہ
عالموں سے پوچھتے ہیں برملا

پوچھتے ہیں کوئی آیت یا حدیث
دیں کی ہی قرآں نہایت یا حدیث

آگے لکھتے ہیں۔

کچھ معانی میں تردّد ہو جہاں
ہے حدیثِ مصطفیٰ قاضی وہاں

(نظمِ حقانی، ص: ۱۵، احتسابِ قادیانیت: ۴۲/ ۵۷۹)

نقدونظر

قسط نمبر ۴

قادیانیت پر ملتِ اسلامیہ کا اوّلین متفقہ فتویٰ اور مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کے خدشات

(مولانا) ابوصہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

ہماری گزارش:

مرزا قادیانی لدھیانہ میں قیام پذیر تھا اور یہیں سے اس نے نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا۔ پہلے ''فتحِ اسلام'' شایع کی اور بعدہٗ ''توضیحِ مرام'' کی اشاعت ہوئی۔ یہ واقعہ جنوری ۱۸۹۱ء کے آخر یا فروری کے ابتدائی ایام کا ہے۔ مولانا عبدالحق غزنوی رحمہ اللہ جو امرتسر میں رہائش رکھتے تھے، انھوں نے فروری کے پہلے ہفتے ہی سے اشتہار پہ اشتہار دیا کہ مرزا کافر وملحد اور دجال وکذاب ہے۔ (ملاحظہ ہو مکتوبِ مرزا بنام نورالدین: مورّخہ ۹ فروری، ۱۶ فروری، ۹ مارچ ۱۸۹۱ء، مندرجہ مکتوباتِ احمد: ۲/۱۰۲، ۱۰۵، ۱۱۰)

مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمہ اللہ نے بھی اسی وقت مرزا کو کافر وملحد کہا، مگر لدھیانہ کے یہ تینوں بھائی خاموش رہے!

پھر مرزا نے مورّخہ ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو اشتہار شایع کیا جس میں ان تینوں ''مجاہدینِ ختمِ نبوت'' کا نام لے کر مبارزت کی، مگر ''وکلائے اِسلام'' (حقیقت میں ''أنا ولا غيري'' کا نعرۂ مستانہ بلند کرنے والے اِن شیر بہادروں) نے سکوت ہی کیا۔ مرزا تکبر وگھمنڈ سے انھیں بلاتا رہا، مگر یہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ کیا خوف تھا، کون سی مصلحت تھی، ان مدعیانِ علم وفضل کو کس کمک کا انتظار تھا کہ قادیان کا متنبّی ان کے شہر میں، بلفظ دیگر اُن کے گھر جا کر للکار رہا تھا، یہ میدان میں کیوں نہ اُترے؟ ختمِ نبوت کو اپنا ایمان دھرم کہنے والے مسلمانوں کے اِیمانوں کو محفوظ کرنے کی بجائے گھروں میں دبک کر کیوں بیٹھے رہے؟

علمائے لدھیانہ کو ''أول المكفرين'' کہنے والوں سے ہم پوچھتے ہیں اور ہم اس سوال میں حق بجانب بھی ہیں کہ ان کی خاموشی کا کیا راز تھا؟ ان کی لاتعلقی کو دیکھ کر مرزا قادیانی نے ۳ مئی ۱۸۹۱ء کو مکرر اِشتہار شایع کر کے انھیں دعوتِ مقابلہ دی۔ مخاطبین میں ان تینوں بھائیوں کے علاوہ کئی ایک اصحابِ علم تھے جن میں سے ایک مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی بھی تھے جو بریلوی مکتبِ فکر کی طرف رجحان رکھتے تھے، انھوں نے تو اگلے ہی روز مرزا کو مطبوع اشتہار کی صورت میں جواب دے دیا، مگر انھیں تب بھی حمیتِ اسلام کا داعیہ پیدا نہ ہوا۔

آخر شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی تحریک سے ہفتہ بھر وقفے کے بعد ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ (موافق ۸ یا ۹ مئی ۱۸۹۱ء) کو اشتہار شایع کیا۔ مرزا قادیانی کا بیان ملاحظہ ہو:

> ''چنانچہ اشتہار مورّخہ ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ مطبوعہ مطبع حقانی (لودیانہ) اور رسالہ سیف مسلول (مطبوعہ ایجرٹن پریس، راولپنڈی) کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں ......الخ۔'' (کشف الغطاء، ص: ۱۴، روحانی خزائن: ۱۴/۱۹۶)

مرزا قادیانی کے اس اقتباس سے مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

① لدھیانوی اشتہار مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کی تحریک سے لکھا گیا تھا۔

② مرزا نے یہ بیان آخر ۱۸۹۸ء میں دیا ہے۔ تب تک یہ تینوں بھائی زندہ تھے۔

③ علمائے لدھیانہ نے مرزا کے قول کی تردید نہیں کی۔ تینوں تو کجا، کسی ایک بھائی نے بھی مرزا قادیانی کے بیان کو کذب قرار نہیں دیا۔ ویسے بھی معروف قاعدۂ فقہیہ ہے کہ

”السكوت في معرض الحاجة إلى البيان بيان .“ (شرح القواعد الفقهية للعلامة أحمد بن محمد الزرقا، القاعدة السادسة والستون، ص: ۳۳۷، نیز دیکھیے الأشباه والنظائر للسيوطي، القاعدة الثامنة عشر، ص: ۱۴۲)

یعنی جہاں وضاحت کی ضرورت ہو تو ایسی جگہ خاموشی کو اِقرار سمجھا جائے گا۔

اس کے مطابق بھی ان لدھیانوی اخوان کی خاموشی اشتہار کی اشاعت میں مولانا بٹالوی کی تحریک واِیما کا اقرار سمجھی جائے گی۔

④ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے بھی اس سے انکار نہیں کیا۔

⑤ مرزا کی زندگی میں کسی نے بھی اسے جھوٹ نہیں لکھا۔

⑥ ہماری معلومات کی حد تک تادمِ تحریر کسی نے مرزا کے مذکورہ بیان کو اِفترا نہیں کہا۔ اگر کوئی حوالہ ہے تو پیش کر دیں۔

عبدالحکیم نعمانی واحبابہ سر توڑ کوشش کر لیں، وہ ان حقائق کو کسی دلیل سے ردّ نہیں کر سکتے۔

حضرت مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کے بزرگانہ فیصلے پر حیرانگی ہے۔ وہ ترغیب دہندہ اور محرکِ اصلی کا نام نہیں لیتے، مگر اِشتہار شایع کرنے والوں کو ہیرو بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ہم مولانا سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ذرا غور فرمائیں کہ علمائے لدھیانہ کے اِشتہار سے ٹھیک چار مہینے قبل مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مشورے سے مولانا عبدالحق غزنوی رحمہ اللہ نے اِشتہار یہ اِشتہار شایع کیا تھا کہ مرزا زندیق وملحد اور دجال وکذاب اور مفتری ہے، یہ میرے ساتھ مباہلہ کر لے۔ آپ ان اِشتہارات کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں اور آپ کے مبلغین کو یہ کیوں نہیں نظر آتے!

اہلِ حدیث بزرگ مولانا محمد علی واعظ رحمہ اللہ نے وسط جولائی ۱۸۹۰ء (لدھیانوی اشتہار سے تقریباً دس مہینے قبل) میں جو بٹالہ میں خطاب کیا تھا، اس کا تو خیر سے کوئی نام ہی نہیں لیتا۔ ”واللہ العظیم“ سے بڑھ کر کوئی قسم نہیں، اپنا تو یہ یقین ہے کہ جس جس مسلمان نے بھی مرزا سے گالیاں کھائی ہیں، وہ ان شاء اللہ شاہراہِ بہشت کا مسافر ہے اور ان شاء اللہ ان لوگوں کے لیے یہ چیز شفاعتِ رسول ﷺ اور رفعِ درجات کا سبب ہے، مگر حقائق تو حقائق ہی ہوتے ہیں جن سے چشم پوشی کر کے تاریخ کو نہیں بدلا جا سکتا۔

علمائے اُمت کا اولین متفقہ فتویٰ:

قادیان کے مغل حکومتِ وقت کے وفادار اور نمک خوار تھے۔ مرزا خود بھی انگریز کا پالتو اور ان کا جان نثار تھا۔ اس نے پوری زندگی انگریز حکومت کو مستحکم کرنے اور اُمت میں اِنتشار واِفتراق پھیلانے میں کھپا دی۔ اس کے دعاوی کی پشت پر بھی حکومتِ وقت کا ہاتھ تھا۔ مسلمانوں سے تھوڑا عرصہ قبل ہی اقتدار چھینا گیا تھا۔ پنجاب کی شاہراہوں پر ایک ایک درخت پر بیسیوں مسلمانوں کے لٹکتے لاشے دیکھنے والے ابھی زندہ تھے۔ ایمان والوں پر خوف وہراس کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ عوام الناس دہشت زدہ تھے اور اربابِ حل وعقد خطرات کی زد میں تھے۔ مرزا قادیانی جیسے ملحد وزندیق کا حل تو تلوار تھا، مگر اسلامی سلطنت نہیں تھی۔ گو مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا عبدالاحد خان پوری وغیرہ علماء رحمہم اللہ نے مرزا کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ بھی دے دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو ازالہ اوہام، ص: ۳۸۹، روحانی خزائن: ۳/۳۰۰، اشاعۃ السنۃ: ۱۸/ ۹۵، ۹۶، السيف المسلول في نحر شاتم الرسول، آخری صفحہ)

لیکن اُمت کو گمرہی اور زندیقیت سے بچانے کے لیے ایک اجتماعی فتوے کی اشد ضرورت تھی اور وہ بھی فی الفور۔ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے وقت کی اہم ترین ضرورت کو پورا کرنے کی ٹھان لی۔ استفتا لکھا اور سب سے پہلے اپنے شیخ السید میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حضور پیش کیا۔ انھوں نے تفصیل سے جواب لکھا اور مرزا قادیانی کو دس وجوہ سے دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ حضرت بٹالوی نے اس فتوے کو شایع کیا اور ایک کاپی مرزا

قادیانی کو بھیجی کہ شاید وہ اس پر غور وخوض کے بعد توبہ کر لے، مگر اس کے دل پر مہر لگ چکی تھی۔

مولانا بٹالوی نے مطبوعہ فتویٰ اور مرزا کی کتب بغل میں لیں، پورے برصغیر کے معروف مقامات پر وہ خود اہلِ علم کے پاس تشریف لے گئے اور مرزا کی کتب سے عبارات کا تقابل کرا کر اہلِ علم کے فتاویٰ حاصل کرتے رہے۔ جہاں وہ خود نہ جا سکے، یا جانا مناسب نہ سمجھا، وہاں مطبوعہ فتویٰ بھیج کر تائیدات حاصل کیں۔ اہلِ حدیث، دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور سجادہ نشین وغیرہ حضرات کے فتاویٰ جمع کر کے اسے دوبارہ اشاعۃ السنہ میں شایع کیا۔ اس کا ذکر خود مولانا بٹالوی نے فتوے کی تمہید میں کیا ہے۔

پوری قادیانی تاریخ میں یہ واحد فتویٰ تھا جس پر تمام مکاتبِ فکر کے لوگوں نے دستخط کیے۔

فتوے کی اشاعت کے کئی سال بعد مولانا بٹالوی کے علم میں آیا کہ پیر غلام فرید صاحب (سجادہ نشین چاچڑاں) مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان جانتے ہیں اور مرزا کے نام ان کے تین خطوط بھی ہیں جن میں انھوں نے مرزا کی منقبت بیان کی ہے۔ مولانا بٹالوی مرحوم نے وسط محرم ۱۳۱۵ھ میں لاہور سے چاچڑاں کا سفر اختیار کیا اور پیر صاحب سے تائید حاصل کی۔ (حالانکہ اس سے پہلے بریلوی مکتبِ فکر کے معروف عالم مولانا غلام دستگیر قصوری پورا زور لگا آئے تھے۔ ملاحظہ ہو اشارتِ فریدی: ۳/ ۱۷۷-۱۷۹)

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں:

”کادیانی اب بھی لن ترانیاں ہانکے اور حضرت ممدوح کو اپنا مصدق وموافق قرار دے تو اس کو لازم ہوگا کہ وہ اسی مضمون کا ایک اور خط حضرت ممدوح سے حاصل کرے اور اپنے کسی رسالے میں چھپوائے۔ یہ امر اُس سے نہ ہو سکے گا اور ہرگز نہ ہو سکے گا ان شاء اللہ تعالیٰ! تو اہلِ اسلام، معتقدین مشائخِ کرام یقین کریں کہ خواجہ صاحب اس کے مصدق ومؤید نہیں ہیں اور اس کے دعاوی سے ناخوش ہیں۔“

(اشاعۃ السنۃ: ۱۸/ ۱۴۰)

مولانا بٹالوی کے اس چیلنج کو مرزا قادیانی توڑ نہ سکا!

گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ تمام مکاتبِ فکر کے اتفاق سے یہ فتویٰ شایع ہوا۔ مولانا بٹالوی نے سفر کی صعوبتوں اور اخراجات کو از خود برداشت کیا، کسی تنظیم سے چندہ لیا اور نہ کسی دولت مند کے آگے دستِ سوال دراز کیا۔ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسولِ اکرم ﷺ کی بے پناہ محبت اور اُمت کی خیر خواہی کے لیے انھوں نے یہ فریضہ نبھایا اور پوری ثابت قدمی اور استقلال سے مرزا کے خلاف پورے برصغیر کا اولین متفقہ فتویٰ شایع کیا۔

اس فتوے کے بڑے دُور رَس نتائج نکلے۔ یہ کہانی ذرا مرزا کی زبانی پڑھیے:

❁ ...... ”مولوی نذیر حسین دہلوی اس دنیا کو چھوڑ گئے۔ وہی میری نسبت سب سے پہلے فتویٰ دینے والے تھے۔ جنھوں نے میرے کفر کا فتویٰ دیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے استفتا پر یہ کلمات میری نسبت لکھے تھے کہ ایسا شخص ضال ومضل اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور ایسے لوگوں کو مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہیں کرنا چاہیے۔ اور اس مولوی نے یہ فتویٰ دے کر تمام پنجاب میں آگ لگا دی تھی اور لوگ اس قدر ڈر گئے تھے کہ ہم سے مصافحہ کرنے سے بھی بیزار ہوگئے تھے کہ شاید اس قدر تعلق سے بھی ہم کافر ہو جائیں گے۔“ (حقیقۃ الوحی، ص: ۲۳۷، روحانی خزائن: ۲۲/ ۲۵۸)

❁ ...... ”مولوی نذیر حسین کے فتویٰ لکھنے سے ظہور میں آیا جس سے ایک دنیا میں شور اُٹھا اور سب نے ہمارا تعلق چھوڑ دیا اور کافر اور بے ایمان اور دجال کہنا موجبِ ثواب سمجھا۔“ (براہینِ احمدیہ: ۵/ ۶۶، روحانی خزائن: ۲۱/ ۸۵)

❁ ...... ”مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا گیا اور بے ایمانوں

میں سے مجھے سمجھا گیا.........اگر یہ علماء موجود نہ ہوتے تو اب تک تمام باشندے اس ملک کے جو مسلمان کہلاتے ہیں، مجھے قبول کر لیتے، پس تمام منکروں کا گناہ ان لوگوں کی گردن پر ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین،ص:۶۴،روحانی خزائن:۲۰/۶۶)

اس فتوے کی افادیت کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا رفیق دلاوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''باب ۲۶

''قادیانی کے کفر و اِرتداد پر علمائے ہند کا اتفاق''

جو شخص انسانی لباس میں درندگی کر رہا ہو، علم و تقوے کی عبائے فریب پہن کر بے دینی اور بدعقیدگی پھیلا رہا ہو، علمائے امت کا فرضِ منصبی ہے کہ خدائے جلیل کی کمزور مخلوق کو گمراہی اور کج روی سے بچانے کے لیے اس کے نمائشی علم وفضل کی قلعی کھول دیں۔ جب قادیانی صاحب نے خلقِ خدا پر شب و روز دامِ تزویر ڈالنا شروع کیا تو مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی نے قادیانی صاحب کی کتابوں کی الحاد پرور اور زندقہ آفریں عبارتیں نقل کر کے ایک استفتا مرتب کیا اور اطراف واکنافِ ملک کا سفر کر کے جلیل القدر علمائے امت کے آراء وخیالات دریافت کیے۔ تمام حاملینِ شریعت نے بالاتفاق قادیانی صاحب کے کفر و اِرتداد کا فتویٰ دیا اور انھیں ملتِ اسلامی سے خارج اور مرتد قرار دیا۔''

(رئیسِ قادیان:۲/۵۵،۵۶)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اوّلین متفقہ فتویٰ سب سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے مرتب کیا اور اسے شایع کروا کر قادیانیوں کے مکر وفریب اور عقائد ومکائد سے عوام الناس کے ایمانوں کی حفاظت کرنے کا ایک سنہرا کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ اگر مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ ہماری اس تحقیق سے اتفاق نہیں کرتے تو دلائل سے ہماری تردید کر دیں کہ فلاں فلاں بزرگ نے متفقہ فتویٰ پہلے شایع کیا تھا تو ہمیں بفضلہ تعالیٰ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہوگی۔

مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کے خدشات:

مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''مولانا محمد حسین بٹالوی تحریر فرماتے ہیں کہ لدھیانہ کے مشہور مولویوں کے پاس یہ فتویٰ پیش کیا گیا تو اُنھوں نے اپنا اِشتہار ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ اس (پر) عبارتِ ذیل لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیا کہ یہ اشتہار ہماری طرف سے واسطے درج کرنے فتوے کے جو علمائے ہندوستان نے نسبت مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر وغیرہ کا دیا ہے، شامل کیا جائے۔ (اشاعۃ السنۃ، ج:۱۳،شمارہ:۲۲،ص:۱۴۷)

ا......گویا مولانا محمد حسین صاحب کے فتوے سے پہلے کا یہ اشتہار تھا جس کا مولانا نے آگے خلاصہ نقل کیا جو آپ حضرات نے ابھی ملاحظہ کیا، پس ثابت ہوا کہ علمائے لدھیانہ مولانا بٹالوی کے مرزا کو کافر کا فتویٰ دلوانے سے پہلے فتویٰ دے چکے تھے۔ اور پھر اس اشتہار میں ہے کہ ۱۳۰۱ھ میں مرزا کے کافر ہونے کا فتویٰ ہم نے جاری کیا تھا۔ یہ بھی دلیل ہے کہ ان کا فتویٰ مولانا بٹالوی سے پہلے کا ہے۔

۲......مولانا محمد حسین صاحب نے اشتہار کا خلاصہ نقل کیا، ہم فتاویٰ قادریہ سے وہ مکمل اشتہار یہاں نقل کر دیتے ہیں جو یہ ہے: (آگے مولانا نے اشتہار درج کیا ہے)۔''

(ماہنامہ لولاک،ص:۴۱،۴۲)

تجزیہ:

اولاً: ۱۳۰۱ھ کے فتوے کی حقیقت تو آگے آتی ہے۔

ثانیاً: کاش مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ علمائے لدھیانہ کے اشتہار کو بغور پڑھ لیتے تو اسی اشتہار میں موتیوں کی طرح چمکتے یہ الفاظ بھی ہیں:

''ہم نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کو کافر اور مرتد قرار دیا

تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی صداقت بھی محمد حسین لاہوری (بٹالوی) وغیرہ کی تحریرات سے ظاہر کردی۔''

(ماہ نامہ لولاک، ص:۴۳، سطر:۱۹، ۲۰)

اس عبارت کو پڑھیے اور مکرر پڑھیے۔ یہ بات کسی حاشیہ آرائی کی محتاج نہیں کہ علمائے لدھیانہ کے اشتہار ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ سے قبل مولانا بٹالوی کی ایسی تحریرات منظرِ عام پر آ چکی تھیں کہ مرزا کافر و مرتد ہے۔ اگر کسی کا دل نہیں مانتا تو بہانے ہزار ہیں!

مولانا اللہ وسایا صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ لدھیانوی حضرات نے یہ اِشتہار مولانا بٹالوی مرحوم کے ایما پر شایع کیا تھا اور ان کے اشتہار ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ (موافق ۸ مئی ۱۸۹۱ء) سے تین مہینے قبل فروری ۱۸۹۱ء کے پہلے ہفتے میں مولانا عبدالحق غزنوی رحمہ اللہ اشتہار پہ اشتہار شایع کر چکے تھے کہ مرزا قادیانی کافر و ملحد اور دجال و کذاب اور مفتری و زندیق ہے، اس بات پر مرزا قادیانی میرے ساتھ مباہلہ کر لے۔ اسی طرح میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد رشید مولانا محمد علی واعظ رحمہ اللہ (آف بوپڑہ کلاں نزد مرالی والا، ضلع گوجرانوالہ) نے وسط جولائی ۱۸۹۰ء کو بٹالہ میں ایک جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے مرزا کو کافر کہہ دیا تھا۔ ان حقائق کے باوجود مولانا اللہ وسایا صاحب خاندانِ لدھیانوی کو أول المکفرین کہتے ہیں تو ان کے اس بزرگانہ فیصلے پر ہم ''واللہ المستعان علی ما تصفون'' کے علاوہ کیا کہہ سکتے ہیں!

ثالثاً: علی وجہ التسلیم عرض ہے کہ جب مرزا نے مسیحیت کا دعویٰ کیا تو جہاں جہاں مرزائی افراد تھے، وہاں وہاں سے ہی علمائے امت نے اس کی تردید شروع کر دی تھی۔ ایسے اشتہار تو بیسیوں شایع ہوئے ہوں گے، مگر افسوس کہ تاریخ میں وہ محفوظ نہ رہ سکے، البتہ مولانا عبدالحق غزنوی مرحوم کا ایک اشتہار محفوظ ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:

''اولاً: تین خط مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی متضمن استدعا مباحثہ؛ خط اول مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۱ء، مطبوعہ جعفری پریس لاہور۔ خط دوم ۱۴/ اکتوبر ۱۸۹۱ء، مطبوعہ لاہور۔ خط سوم مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۹۲ء، مطبوعہ لاہور۔

دوم: اشتہارِ ضروری مولوی غلام دستگیر صاحب، قصور: مورخہ ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء، مطبوعہ اسلامیہ پریس۔

سوم: اعلانِ عام از طرف انجمن اسلامیہ لدھیانہ: مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۱ء، مطبوعہ انصاری، دہلی۔

چہارم: نوٹس مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی: مورخہ ۱۵ فروری ۱۸۹۱ء، مطبوعہ لاہور۔

پنجم: نوٹس اتمامِ حجت مولوی عبدالمجید مالک مطبع انصاری: مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔

ششم: اشتہارِ مولوی عبدالحق دہلوی (مصنف تفسیرِ حقانی): مورخہ یکم اکتوبر ۱۸۹۱ء، مطبوعہ انصاری۔

ہفتم: اشتہار محمد عبدالحمید: مورخہ ۷/ اکتوبر ۱۸۹۱ء، مطبوعہ دہلی۔

ہشتم: اشتہار مولوی محمد صاحب و مولوی عبدالعزیز صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب (مفتیانِ شہر لدھیانہ): مورخہ ۲۹ رمضان (۱۳۰۸ھ)۔

نہم: اشتہار مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس: مورخہ ۲۴ رمضان شریف (۱۳۰۸ھ)، مطبوعہ لدھیانہ، وغیرہ مالا یحصیها إلا الله.'' (بحوالہ رئیسِ قادیان، باب ۵۴: ۲/ ۱۳۱، مجموعہ اشتہاراتِ مرزا: ۱/ ۳۴۵، طبع جدید)

مرزا کے قیامِ لدھیانہ (جو ابتدائے ۱۸۹۱ء سے وسط ۱۸۹۱ء تک رہا) کے زمانے میں مولانا سعداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ ہر روز مرزا کے ردّ میں اشتہار شایع کرتے تھے۔ مرزائی مورخین بالاتفاق کہتے ہیں:

''مخالف علماء میں سے مولوی سعداللہ پیش پیش تھا۔ ہر روز، کبھی دوسرے روز ایک اشتہار مخالفت میں گالیوں سے بھرا ہوا

شایع کرتا تھا۔‘‘ (تذکرۃ المہدی: ۱/۱۵۲، طبع قادیان: ۱۹۱۵ء۔ طبع ربوہ، ص: ۱۰۷۔ تاریخِ احمدیت: ۲/۲۲۶، طبع ربوہ: ۱۹۵۹ء۔ مجددِ اعظم: ۱/۲۴۵، طبع احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور: ۱۹۳۹ء)

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب قادیانی اور اس کے متبعین ومعتقدین کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے تو مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار اس حکمِ شرعی کو گالیاں ہی کہتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا مضمون مطبوعہ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور: شمارہ: ۶، جلد: ۷۰، ص: ۱۳، ۱۴۔ ۹ تا ۱۵ فروری ۲۰۱۸ء)

اس گزارش کا مقصد یہ ہے کہ مولانا سعد اللہ لدھیانوی رحمہ اللہ کے اشتہارات میں مرزا کا کفر بیان کر کے اسے اور اس کے مریدوں کو کافر کہا جاتا تھا جن کو قادیانی مورّخین گالیوں سے تعبیر کرتے ہیں۔

اب ہم مولانا اللہ وسایا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ مذکورہ علمائے کرام نے مرزا کو مبارک باد کے اشتہارات دیے تھے، یا اسے دجال وکذاب اور اس کے دعوے کو محض اِفترا اور دکان داری کہہ کر مقابلے کے لیے بلایا تھا؟

اللہ اکبر، مولوی محمد وغیرہ کا اشتہار تو فتوائے کفر ٹھہرے، مگر دیگر علماء کے اشتہارات فقط اشتہار کہلائیں، تلك إذا قسمة ضيزى!

ہماری معلومات کی حد تک (بشرطیکہ کوئی اناڑی مورّخ اس کی تردید نہ کرے) ان میں سب سے قدیم اشتہار مولانا بٹالوی کا، جب کہ دوسرے نمبر پر مولوی غلام دستگیر قصوری کا اور تیسرا اشتہار مولوی مشتاق احمد صاحب کا ہے۔ موخر الذکر وہ ہیں جو ’’انبیٹھوی‘‘ کی نسبت سے کتبِ تراجم میں معروف ہیں۔ اچھے پڑھے لکھے تھے اور حنفی مکتبِ فکر سے ان کا تعلق تھا۔ مولانا عبدالحی حسنی ندوی نے ان کا ترجمہ دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو نزهة الخواطر: ۸/۴۷۲) یہ مولانا گنگوہی کے اقارب میں سے تھے اور ان دنوں لدھیانہ میں ملازم تھے۔ (تذکرۃ المہدی: ۱/۱۶۶) معلوم نہیں کہ مولانا اللہ وسایا صاحب کو ان سے کیا پرخاش ہے کہ ان کا نام نہیں لیتے، حالانکہ ان کا اشتہار لدھیانہ میں مولوی محمد کے اشتہار سے چار دن پہلے شایع ہوا تھا۔

مرزا قادیانی کے ردّ پر ان کی ایک کتاب ”المعراج الجسماني في الرد علی القادياني“ کی نشان دہی بھی مولانا عبدالحی نے کی ہے، لیکن مولانا اللہ وسایا صاحب نے اس کتاب کو بھی تا حال شایع نہیں کیا، آخر بے توجہی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے!

ہم جانتے ہیں کہ آپ مجبور ہیں۔ آپ لکھتے نہیں، بلکہ آپ سے لکھوایا جاتا ہے۔ لکھیے اور ضرور لکھیے، مگر ہماری فقیرانہ نصیحت بھی پلے باندھ لیں کہ اناڑی محققین پر کلی اعتماد کبھی نہ کریں۔ (جاری ہے)

❀❀❀

تصحیح و اعتذار

① ...... گزشتہ شمارے کے صفحہ نمبر ۲۷ اور کالم نمبر ۲ میں لکھا گیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان جگہوں پر نماز پڑھا کرتے تھے جہاں نبی ﷺ دورانِ سفر نماز پڑھتے تھے۔ محقق العصر حضرت مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے توجہ دلائی کہ یہ بات درست نہیں ہے اور کہیں بھی ثابت نہیں۔ قارئین تصحیح فرما لیں کہ یہ عمل حضرت سالم رحمہ اللہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نہیں۔ اس تسامح پر اِدارہ معذرت خواہ ہے اور نشان دہی پر مولانا اثری حفظه الله ومتعنا الله بطول حياته کا شکرگزار ہے۔ **(ادارہ)**

② ...... گزشتہ شمارے کے صفحہ نمبر ۱۲، کالم نمبر ایک میں مولانا عبدالرحمان لکھوی اور مولانا محی الدین لکھوی، یعنی مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمہ اللہ کو دو الگ شخصیات لکھا گیا ہے، جب کہ یہ ایک ہی شخصیت ہیں۔ غلطی کی وجہ مرزا قادیانی کا اسلوبِ تحریر بنا، چنانچہ ’’ازالہ اوہام‘‘ میں لکھا ہے:

’’...... جیسے مولوی محی الدین وعبدالرحمان صاحب لکھووالے اور میاں عبدالحق غزنوی ...... الخ۔‘‘ (ص: ۲۶۲)

قارئین کرام تصحیح فرما لیں۔ **(ادارہ)**

نقد و نظر

قسط نمبر ۵

قادیانیت پر ملتِ اسلامیہ کا اوّلین متفقہ فتویٰ اور مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کے خدشات

(مولانا) ابوصہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

علمائے لدھیانہ کی تکفیر کی حقیقت:

اوّلا: لدھیانوی خاندان کے فتاوائے کفر تو بہت ارزاں، بلکہ بے وقعت تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خاندان ہی تکفیری مزاج کا تھا اور اپنے علاوہ شاید کسی کو مسلمان ہی نہیں جانتا تھا! تفصیل گزر چکی ہے کہ یہ کشف وخواب اور اِلقا کی بنیاد پر تکفیر کر دیا کرتے تھے۔ مرزا کے ردّ پر اپنے فتوے کی تصدیق کروانے کا کیا مقصد تھا، اس لیے کہ یہ اپنی حیثیت کماحقہ جانتے تھے۔ اسی لیے وہ مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ اکابر علمائے دیوبند اور علمائے سہارن پور سے تصدیق و تائید کروانا چاہتے تھے جس میں انھیں ناکامی ہوئی تھی۔ اس سے قبل یہ علمائے دہلی سے فتویٰ لینے کی کوشش کر چکے تھے، جیسا کہ مرزا کے ایک خط بنام میر عباس علی شاہ لدھیانوی سے معلوم ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مکتوباتِ احمد: ۱/ ۵۹۷)

مولانا گنگوہی مرحوم مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات سے بخوبی آگاہ تھے۔ مرزا کے پرانے ساتھیوں میں سے ایک صاحب سراج الحق نعمانی (مولف تذکرۃ المہدی) تھے۔ یہ مولانا گنگوہی سے قریبی رشتہ داری رکھنے کے علاوہ ان کے ہم زلف بھی تھے۔ (تذکرۃ المہدی: ۱/ ۱۶۷، طبع قادیان: ۱۹۱۵ء) قادیانی روایات اور مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے مولانا گنگوہی کے برادرانہ تعلقات تھے اور انھوں نے بھرپور کوشش کی کہ سراج الحق نعمانی مرزائیت سے تائب ہو جائے، مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔

عرض گزاری کا مقصد یہ ہے کہ مولانا گنگوہی مرزا کے حالات سے بخوبی واقف تھے، اسی وجہ سے علمائے لدھیانہ کو فتویٰ لکھ کر نہیں دیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان کا فتویٰ کسی مذہبی بنیاد پر نہیں تھا، بلکہ دنیاوی مفاد پیشِ نظر تھا۔

حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم فرماتے ہیں:

''دوسرا سبب یہ کہ انھوں (مولوی عبدالعزیز و مولوی محمد وغیرہ) نے باستعانت بعض معزز اہلِ اسلام لدھیانہ (جس کی نیک نیتی اور خیر خواہیِ ملک وسلطنت میں کوئی شک نہیں) بمقابلہ مدرسہ صنعت کاری انجمن رفاہِ عام لدھیانہ ایک مدرسہ قائم کرنا چاہا تھا اور اس مدرسے کے لیے لدھیانہ میں چندہ جمع ہو رہا تھا کہ ان ہی دنوں مولف ''براہینِ احمدیہ'' باستدعائے اہلِ اسلام لدھیانہ میں پہنچ گئے اور وہاں کے مسلمان ...... اکثر چندے والے ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس چندے کے بہت سے روپے طبع واشاعتِ ''براہینِ احمدیہ'' کے لیے مولف کی خدمت میں پیش کیے گئے اور مولوی صاحبانِ مذکورہ تہی دست ہو کر ہاتھ ملتے رہ گئے۔ اس امر نے بھی ان حضرات کو بھڑکایا اور مولف کی تکفیر پر آمادہ کیا۔ جن کو ان باتوں کے صدق میں شک ہو، وہ ہم کو اس امر سے مطلع کرے۔ ہم لدھیانہ سے عمدہ طور پر ان باتوں کی تصدیق کرا دیں گے، وباللہ التوفیق۔'' (اشاعۃ السنۃ: ۷/ ۱۷۱، شمارہ: ۶)

مولانا بٹالوی مرحوم کا یہ بیان ۱۸۸۴ء کا ہے۔

اس کے حسبِ ذیل نتائج ہیں:

① علمائے لدھیانہ نے مرزا کی تکفیر ذاتی رنجش اور کدورت کی بنا پر کی تھی۔

② اس مناقشت کا سبب کوئی دینی مسئلہ اور عقائد کا اختلاف نہیں تھا، بلکہ علمائے لدھیانہ کے مفادات کو ٹھیس پہنچی تھی جس سے کدورت نے

جنم لے کر انھیں فتوائے تکفیر پر اُبھارا تھا۔ اغلب ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے اسی وجہ سے ان کے تکفیری اقوال کو ردّ کیا تھا۔

③ مذکورہ بیان کے بعد مولانا محمد حسین بٹالوی ربع صدی سے زیادہ (۳۶ سال) زندہ رہے، انھوں نے اپنے موقف کی تردید نہیں کی۔

④ لدھیانہ کے ان تینوں مفتیوں کو اخلاقی جرأت نہ ہوئی کہ وہ مولانا بٹالوی کے بیان کی تردید کر کے اپنے اوپر بدنما دھبے کو صاف کر لیتے۔

⑤ کسی دوست و دشمن نے مولانا بٹالوی کی زندگی میں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا اور نہ کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے۔

⑥ ہماری معلومات کی حد تک آج تک کسی نے اسے تاریخی طور پر غلط ثابت نہیں کیا۔

ہمارے محترم مولانا اللہ وسایا صاحب نے اس سے قبل کی عبارت کو تو نقل کیا ہے، مگر اسے ترک کر دیا ہے!

(ملاحظہ ہو ماہ نامہ لولاک، ص: ۴۵، ۴۶، اکتوبر ۲۰۲۰ء)

حضرت مولانا صاحب راقم سے ہر لحاظ میں بڑے ہیں، اس لیے اسے ''خلافِ دیانت'' کہنے کی جسارت تو نہیں کرتا۔ ہاں، البتہ ہمت کر کے ان سے ایک سوال کرنے کی اِجازت طلب کرتا ہوں کہ ذاتی کینے و بغض کی وجہ سے فتوائے تکفیر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ثانیا: مولانا محمد یوسف لدھیانوی فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ دجالِ قادیان کے حالات سے پوری طرح واقف نہ تھے، اس لیے بعض لوگوں نے، جو مرزا قادیانی سے حسنِ ظن رکھتے تھے، علمائے لدھیانہ کی مخالفت میں حضرت گنگوہی سے فتویٰ منگوا لیا۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ کو علمائے لدھیانہ دارالعلوم دیوبند کے جلسہ سالانہ پر تشریف لے گئے اور قادیانی مسئلے میں حضرت گنگوہی اور دیگر اکابر سے بالمشافہ گفتگو فرمائی۔ رفعِ نزاع کے لیے دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرّس مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو، جو صاحبِ کشف تھے، حَکَم تسلیم کیا گیا اور انھوں نے مندرجہ ذیل تحریری فیصلہ دیا:

یہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی لا مذہب (دہریہ) معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیضِ باطنی حاصل نہیں کیا۔ معلوم نہیں اس کو کس کی روح سے اویسیت ہے۔'' (ماہ نامہ الرشید، دارالعلوم دیوبند، ص: ۶۷۶)

فتاویٰ قادریہ کے الفاظ کو درج کرنے میں ضبط تام نہیں۔ لفظ ''دہریہ'' کو مولوی صاحب نے بریکٹ میں لکھا ہے جس سے قاری کو احساس ہو جاتا ہے کہ نقل کرنے والے کا اضافہ ہے، مگر اس سے پہلے لفظ کو درست تحریر نہیں کیا، صحیح لفظ ''غیر مقلد'' ہے۔ پوری عبارت پیشِ خدمت ہے:

''یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیضِ باطنی حاصل نہیں کیا، معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے۔'' (فتاویٰ قادریہ، ص: ۱۷)

ہم نے آپ کے سامنے اصل عبارت نقل کر دی ہے۔ اس میں جو تصرف یوسف لدھیانوی صاحب نے کیا، وہ تقابل کے بعد آپ نے بخوبی محسوس کر لیا ہوگا۔

خیر ہم بتانا یہ چاہتے ہیں کہ جب کسی کو حَکَم تسلیم کر لیا جائے تو حتمی بات وہی ٹھہرتی ہے جس کا اعلان ثالث کرے اور جس فریق کی رائے کے خلاف منصف فیصلہ صادر کرے، اسے اپنی رائے چھوڑنی پڑتی ہے، ورنہ تحکیم کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ اس موقع پر دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرّس مولانا محمد یعقوب صاحب نے بحیثیتِ پنچ جو فیصلہ دیا، اس کا خلاصہ یہ ہے:

''۱۸۸۴ء/۱۳۰۱ھ کا مرزا قادیانی غیر مقلد تھا، گو اس نے اہل اللہ کی صحبت نہیں اُٹھائی اور ہمیں معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت حاصل ہے اور نہ وہ کسی معروف فقہی

مذہب کا مقلد ہے، لیکن وہ اسی طرح ایک سنی العقیدہ مسلمان ہے جس طرح دیگر غیر مقلدین ہیں۔''

مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے ''غیر مقلد'' کو ''لا مذہب'' سے بدلا جس سے ان کا کھل کر مطلب واضح نہیں ہوتا تھا کیوں کہ یہ مسلّمہ اُصول ہے کہ

"العامي الصرف ليس له مذهب ."

(عقد الجيد، ص: ۷۲)

انھوں نے نہایت تجربہ کاری سے بریکٹ میں لفظ ''دہریہ'' لکھ دیا، تا کہ عام قاری کو محسوس نہ ہو کہ انھوں نے منصف کے قول کی غلط تعبیر کی ہے۔ اس دخل اندازی سے انھوں نے مولانا محمد یعقوب صاحب کے فیصلے کو مکمل بدل کر رکھ دیا ہے، جب کہ انھوں نے غیر مقلد کہہ کر مرزا قادیانی کو مسلمان کہہ دیا تھا۔ مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

''ہم خود ایک غیر مقلد کے معتقد اور مقلد ہیں کیوں کہ امامِ اعظم کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے۔'' (مجالسِ حکیم الامت، مرتبہ: مفتی محمد شفیع، ص: ۳۴۵، مجموعۂ مقالات: ۴/۲۵۱، مطبوعہ تالیفاتِ اشرفیہ)

ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ دار العلوم دیو بند کے صدر مدرّس مولانا محمد یعقوب کے فیصلے کے بعد یقیناً علمائے لدھیانہ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور ۱۸۸۴ء/ ۱۳۰۱ھ کا مرزا قادیانی دیو بندی مکتبِ فکر کے اِجماع سے مسلمان ٹھہرا۔ یہ افترا نہیں، بلکہ حقیقتِ واقعیہ ہے، مولانا خلیل احمد سہارن پوری فرماتے ہیں:

''ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعیِ نبوت و مسیحیت قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع شروع میں جب تک اس کی بدعقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی، بلکہ یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے اور تمام مذاہب کو بدلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے، ہم اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کی تاویل کر کے محملِ حسن پر حمل کرتے رہے۔ اس کے بعد جب اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا اور عیسیٰ مسیح کے آسمان پر اُٹھائے جانے کا منکر ہوا اور اس کا خبیث عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے مشائخ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ قادیانی کے کافر ہونے کی بابت ہمارے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ تو طبع ہو کر شایع بھی ہو چکا ہے۔'' (المهند على المفند، ص: ۷۲)

اس کتاب پر دو درجن اکابر علمائے دیو بند کی تصدیقات ہیں۔ مولانا سرفراز احمد فرماتے ہیں:

''یہ رسالہ ان معتقدات پر مشتمل ہے جو علمائے دیو بند کے اتفاقی اور اِجماعی عقیدے کہلاتے ہیں۔'' (تسكين الصدور في تحقيق أحوال الموتى في البرزخ والقبور، ص: ۲۵۷)

اس سے ثابت ہوا کہ علمائے دیو بند کا اس بات پر اِجماع و اتفاق ہے کہ مرزا قادیانی کے ناشائستہ اقوال کو ہم حسنِ ظن سے تاویل کرتے رہے اور ہم نے کفر کا فتویٰ تب دیا جب اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا۔ ہم بار بار وضاحت کر آئے ہیں کہ وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے نزول سے انکار اور نبوت و مسیحیت کا دعویٰ مرزا قادیانی نے تحریری طور پر ۱۸۹۱ء کی اِبتدا میں کیا، مگر مولانا اللہ وسایا صاحب اہلِ حدیث کی مخالفت میں دیو بندی اجماع و اتفاق کا انکار فرماتے ہیں، اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [المائدة: ۸]

''اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو، یہ تقوے کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے

جوتم کرتے ہو۔‘‘

علاوہ ازیں اگر مولانا یعقوب والا فیصلہ لدھیانوی علماء کے حق میں ہوتا تو ”المھند“ کے مصنف یہ لکھتے کہ ہم نے تو شروع ہی سے مرزا کی تکفیر کردی تھی۔ ”المھند“ کے بیان سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ بھی مانتے ہیں کہ مولانا یعقوب کا فیصلہ لدھیانوی علماء کے حق میں نہیں، بلکہ ان کے خلاف تھا!

مولانا اللہ وسایا صاحب نے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی پانچ عبارتیں بڑے ٹھاٹ باٹ اور کروفر سے نقل کی ہیں۔ ان کا جواب ہماری طرف سے جاہ وجلال سے تو نہیں، بلکہ عاجزانہ درخواست کے طور پر ہے کہ

مولانا بٹالوی مرحوم کے یہ بیانات اس وقت کے ہیں جب ”رجم الشیاطین“ اور ”فتاویٰ قادریہ“ کی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ اول الذکر کتاب مولانا غلام دستگیر قصوری نے ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۴/۹۵ء) میں اور موخر الذکر مولوی محمد لدھیانوی نے ۱۹۰۱ء میں شایع کی۔ ان کی اشاعت پر یہ حقیقت کھلی کہ قصوری صاحب کا فتویٰ مرزا کی گمراہی وضلالت پر ہے اور لدھیانوی علماء نے پنچ کے فیصلے کو قبول کر کے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرّس مولانا محمد یعقوب کے فیصلے پر مولوی محمد وغیرہ نے بھی فتاویٰ قادریہ میں اختلاف تو کجا، دبی زبان سے احتجاج بھی نہیں کیا۔

اس حقیقت کا اظہار بھی ہم یہاں پر کردینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ فتاویٰ قادریہ کی اشاعت پر دیوبندی اکابرین کی اندرونی کہانی منظرِ عام پر آ گئی تھی۔ اس کے بعد مولانا بٹالوی کی کوئی ایسی عبارت ثابت نہیں جو مولانا اللہ وسایا صاحب کے موقف کی تائید وحمایت کرتی ہو، لہٰذا ”لولاک“ میں جو مولانا بٹالوی کی عبارات نقل کی گئی ہیں، ان سے ناواقف لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالی گئی ہے۔ (جاری ہے)

❀❀❀

بقیہ: مرنے والے کے تذکرے کی شرعی حدود

اگر کسی سے اختلاف ہے تو مذکورہ بالا اُمور کو مدنظر رکھیں، اگر کوئی سبب پایا جائے تو بات کریں، ورنہ اگر محاسن بیان نہ کرسکیں تو خاموشی ہی میں عافیت ہے۔ بعض افراد اپنی زندگی میں دوسروں پر زبان درازی سے باز نہیں آتے تو جن کے اَسلاف وممدوحین پر ان کی زبان کے نشتر چلے ہوں اور ان کے محبین کے دل زخمی ہوئے ہوں، وہ بھی پھر مرنے والے کو محض مرنے کے سبب چھوٹ نہیں دیتے:

”ومن لا يتق الشتم يشتم .“

’’جو گالی دینے سے نہیں رُکتا، اسے بھی گالی دی جاتی ہے۔‘‘

اس مقولے میں ہمارے لیے بھی عبرت ہے کہ اختلاف ہونا عجیب نہیں، لیکن اس کے اظہار کا وہ طریقہ اختیار کریں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے ناقدین ہماری رائے سے لاکھ اختلاف کے باوجود ہماری خوبیاں ہی بیان کریں۔

حضرت قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مستريح ومستراح منه .))

یعنی اسے آرام مل گیا، یا اس سے آرام مل گیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((العبد المؤمن يستريح من نصب الدنيا وأذاها إلى رحمة الله، والعبد الفاجر يستريح منه العباد والبلاد والشجر والدواب .))

’’مومن شخص دنیا کی مشقتوں اور اذیتوں سے اللہ عزوجل کی رحمت میں آرام پاتا ہے اور فاجر بندے سے لوگ، شہر، درخت اور جانور آرام پاتے ہیں۔‘‘ (صحیح بخاری، رقم: ۶۵۱۲)

اللہ پاک ہماری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور اپنی رحمتِ خاص سے ہماری دنیا وآخرت بہتر فرما دے، آمین۔

نقد و نظر

قسط نمبر ۶

قادیانیت پر ملتِ اسلامیہ کا اوّلین متفقہ فتویٰ اور مولانا اللہ وسایا ﷾ کے خدشات

(مولانا) ابوصہیب محمد داود ارشد ﷾

مولانا اللہ وسایا ﷾ کو دعوتِ غور و فکر:

مرزا غلام احمد قادیانی کے سفرِ لدھیانہ کے موقع پر اکابر علمائے دیوبند کے اندرونی اختلاف کے بعد اس کے مسلمان ہونے کا دیوبند سے سیفٹی پروانہ جب جاری ہوا تو یہ سرٹیفکیٹ مرزا کے دعوائے نبوت و رسالت ظاہر نہ ہونے تک موثر رہا۔ جب مرزا نے علانیہ طور پر نبوت و رسالت اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو دیوبندیوں کے عقیدے کی کتاب ''المهند علی المفند'' کے بقول اکابر علمائے دیوبند نے اس کے ناشائستہ اقوال کی تاویلیں ترک کر کے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر اکابر علمائے دیوبند کا اجماع و اتفاق ہے، بلکہ دیوبندیوں کے معروف مناظر اور وکیلِ احناف مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مرحوم کے مطابق ''المهند'' کے مندرجات کا منکر بدعتی اور اہلِ سنت سے خارج ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

> ''ایسے ملحدین کی مختلف اقسام ہیں جو ان عقائد کا انکار کریں جو ضروریاتِ دین میں سے ہیں، جیسے انکارِ ختم نبوت وغیرہ، وہ کافر ہیں۔ جو ایسے مسائل کا انکار کریں جو ضروریاتِ اہلِ سنت والجماعت میں سے ہوں، وہ اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہیں، جیسے عذابِ قبر و حیات النبی ﷺ کا انکار کرے، یا اہلِ سنت کی کتاب ''المهند علی المفند'' میں درج شدہ مسائل کا انکار کرے۔'' (تجلیاتِ صفدر: ۱/۴۹۱ طبع مکتبہ امدادیہ۔ ۱/۴۳۷، ۴۳۸ طبع جمعیۃ اشاعۃ العلوم الحنفیۃ، فیصل آباد)

مگر آج اہلِ حدیث کی عداوت میں ''المهند'' کی عبارت سے انکار کر کے ''بانیٔ تکفیر'' کا میڈل حاصل کرنے کے لیے مضامین لکھے جا رہے ہیں، بلکہ مرزا قادیانی کے اظہارِ کفر سے بھی پہلے اکابرینِ دیوبند پر مرزا کے کفریات منکشف ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے، چنانچہ مولانا اللہ وسایا صاحب فرماتے ہیں:

> ''①...... مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے سے بہت قبل حضرت شاہ عبدالرحیم سہارن پوری نے حکیم نورالدین کو کہہ دیا تھا کہ مرزا قادیانی سے بچنا۔ وہ ارتداد و الحاد اختیار کرے گا، آپ اس کے ساتھ بن جائیں گے۔
>
> ②...... حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو بھی مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت سے قبل متوجہ فرمایا تھا۔'' (ماہنامہ لولاک، ص:۳۶، اکتوبر ۲۰۲۰ء)

اولاً: مولانا نے مذکورہ اقوال کو بغیر کسی سند اور حوالے کے درج کیا ہے، مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے باحوالہ اور مفصل لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''قادیانی فتنے کا جرثومہ ابھی رونما نہیں ہوا تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے مرشد و مربی حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ نے بطورِ کشف اس کے ظہور کی پیش گوئی فرمائی اور علمائے اُمت کو اس کی جانب متوجہ فرمایا۔ ''تاریخ مشائخ چشت'' میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ کے ''ملفوظاتِ طیبہ'' سے نقل کیا ہے کہ حضرت پیر صاحب حج پر تشریف لے گئے اور حجاز میں قیام کا ارادہ فرمایا، مگر حضرت قطبِ عالم حاجی (امداد اللہ)

صاحب نے انھیں باصرار وتاکید ہندوستان کی واپسی کا مشورہ دیتے ہوئے فرمایا: ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ رونما ہوگا، آپ وطن واپس جائیے۔ بالفرض آپ وہاں خاموش بھی بیٹھے رہیں، تب بھی وہ فتنہ ترقی نہیں کر سکے گا اور ملک میں سکون ہو جائے گا۔''

(بحوالہ بیس بڑے مسلمان، ص:۹۸طبع سوم)

''اسی نوعیت کا واقعہ اس ناکارہ نے اپنے اکابر اساتذہ سے حضرت اقدس مولانا عبدالرحیم سہارن پوری کے بارے میں بھی سنا تھا کہ قادیانیت کے نفسِ ناطقہ حکیم نورالدین صاحب قادیانی دام میں پھنسنے سے پہلے کسی ضرورت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حکیم جی کو بطورِ نصیحت فرمایا کہ قادیان سے ایک مدعیِ نبوت اُٹھے گا، اس سے بحث ومناظرے کی غرض سے بھی اس کے پاس نہ جائیو۔'' (ماہ نامہ الرشید؛ دارالعلوم دیوبند نمبر، ص:۶۷۳، ۶۷۴)

علمائے دیوبند کے تعاون سے چنیوٹ کے ایک علم دوست شخصیت جناب خالد شبیر احمد نے ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت'' لکھی تھی، اس میں وہ فرماتے ہیں:

''۱۸۹۰ء کا واقعہ ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب بغرض ادائیگیِ حجِ بیت اللہ تشریف لے گئے اور آپ نے حجاز میں سکونت پذیر ہونے کا مکمل ارادہ فرما لیا، لیکن یہاں پر جب آپ کی ملاقات حضرت امداد اللہ مہاجر مکی سے ہوئی تو آپ نے کشف کی بنا پر حضرت پیر مہر شاہ صاحب کو آگاہ کیا کہ عنقریب سرزمینِ ہند سے ایک عظیم فتنہ ظاہر ہونے والا ہے۔ ایسے میں آپ ہندوستان میں زیادہ بہتر خدمات سرانجام دے سکیں گے کیوں کہ اس وقت اگر آپ اپنے وطن میں بالفرض خاموش بھی رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنے سے محفوظ رہیں گے، چنانچہ آپ اپنے پیر ومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خواہش کے مطابق واپس ہندوستان تشریف لے آئے جس کے ایک سال بعد، یعنی ۱۸۹۱ء میں مرزائے قادیان نے دعوائے نبوت کیا جو بعد میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک عظیم فتنہ ثابت ہوا جس کی جانب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ایک برس قبل ہی اشارہ کر دیا تھا۔'' (تاریخ محاسبۂ قادیانیت، ص:۱۶۱، ناشر: کاروانِ ادب، ملتان۔ اشاعتِ دوم ۱۹۸۷ء)

یہ واقعہ پیر صاحب کے سوانح نگار نے بھی بیان کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو مہرِ منیر، ص:۱۲۹)

نوٹ: شاہ عبدالرحیم سہارن پوری اور حکیم نورالدین کی ملاقات ثابت نہیں، دلیل بذمہ مدعی۔ ویسے بھی یہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں۔ اگر ضرورت پیش آئی تو تفصیل سے اس پر لکھ بھی دیں گے، ان شاء اللہ۔

ثانیاً: حاجی امداد اللہ صاحب اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی صاحب کے بیان شدہ مکالمے سے مولانا اللہ وسایا صاحب کے پورے مضمون کی نفی ہوتی ہے۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

بلا شبہ تحفظِ ختمِ نبوت کے لیے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ انھوں نے قادیانی نبوت میں وہ ضربِ کاری لگائی کہ آج تک مرزائیت اس کا درد محسوس کرتی ہے۔ یہ آج سے تقریباً ایک سو تیس سال قبل کی بات ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے پیر صاحب کو واپس ہندوستان بھیج دیا کہ قادیانیت کا فتنہ رونما ہونے والا ہے۔ گویا ۱۳۰۱ھ موافق ۱۸۸۴ء کو یہ فتنہ ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا، فتنہ ۱۸۹۰ء کے بعد ظاہر ہوا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے بھی ۱۸۹۰ء کے بعد ہی ''اشاعۃ السنۃ'' میں اِداریہ لکھا تھا کہ فتنۂ قادیانی ابھی فتنہ ہے، کوئی دن میں قیامت ہوگا۔ (اشاعۃ السنۃ:۱۳۰/۲)

اگر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا کشف رحمانی ہے اور یقیناً علمائے دیوبند کے نزدیک رحمانی ہے، شیطانی قطعاً نہیں تو اس کا لازمی پہلو یہ ہے کہ علمائے دیوبند کا وہی موقف درست تھا۔ وہ مرزا کے اقوال کی تاویلیں

کرتے رہے اور ۱۸۹۰ء کے بعد جب فتنہ پیدا ہوا تو انھوں نے مرزا کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ اس کشف نے مولانا بٹالوی کے موقف کی تائید کردی ہے کہ لدھیانوی علماء کا مرزا کو ۱۳۰۱ھ میں کافر کہنا عقیدے کے اختلاف کی وجہ سے نہیں، بلکہ ذاتی کدورت کی وجہ سے ہے اور یہ تفصیل گزر چکی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرّس کی تحکیم سے انھوں نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کی دوسری شادی سفرِ لدھیانہ کے سات آٹھ ماہ بعد ۱۷ نومبر ۱۸۸۴ء موافق ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ کو دہلی میں ہوئی۔ (تاریخ احمدیت: ۲/ ۶۶ طبع ربوہ ۱۹۵۹ء)

مولانا رفیق دلاوری ''مجدد صاحب کی براءت'' کے زیرِ عنوان فرماتے ہیں:

''مرزا صاحب ایسے وقت میں، جب کہ علمائے ملت نے ہنوز مرزا صاحب کے کفر کا فتویٰ صادر نہیں کیا تھا۔'' (رئیسِ قادیان، باب ۳۲: ۱/ ۸۶)

اگر لدھیانوی علماء اپنے موقف پر قائم رہے ہوتے تو یقیناً مولانا دلاوری یہ نہ لکھتے۔ (جاری ہے)

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے سالانہ زرِتعاون میں اضافہ

بڑھتی مہنگائی، کاغذ اور طباعت وغیرہ کی گرانی اور ڈاک اخراجات میں بے پناہ اضافے کے باعث ہفت روزہ الاعتصام کے سالانہ زرِتعاون میں نہ چاہتے ہوئے بھی دوصد روپے (۲۰۰) سالانہ اضافہ کیا جا رہا ہے۔ جن احباب کا زرِتعاون ختم ہو رہا ہے، وہ یکم جنوری ۲۰۲۱ء سے مبلغ ایک ہزار روپے ارسال فرمائیں۔

احباب سے مکرر گزارش ہے کہ نئے شمسی سال جنوری ۲۰۲۱ء سے اپنا سالانہ زرِتعاون مبلغ ایک ہزار روپے ارسال فرمایا کریں۔ امید ہے قارئین و محبینِ الاعتصام حسبِ سابق تعاون کر کے مشکور فرماتے رہیں گے، ان شاءاللہ۔

جزاكم الله خيرا وبارك فيكم. **(ادارہ)**

بقیہ: جنت میں لے جانے والے چالیس اعمال

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باپ جنت (میں داخلے) کا سب سے بہترین دروازہ ہے۔ اب اس دروازے کو (نافرمانی اور بُرے سلوک کے ذریعے) ضایع کر لو یا (اطاعت و فرماں برداری کے ذریعے) محفوظ کرلو۔''

۳۹۔ نابالغ بچوں کی وفات پر صبر:

''عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((ما من الناس مسلم يموت له ثلاثة من الولد لم يبلغوا الحنث، إلا أدخله الله الجنة بفضل رحمته إياهم)).'' (صحيح بخاري: كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المسلمين، رقم: ۱۳۸۱)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنے فضل و رحمت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرما دیں گے۔''

۴۰۔ بکثرت اِستغفار:

''عن عبد الله بن بسر رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: ((طوبى لمن وجد في صحيفته استغفارا كثيرا)).'' (سنن ابن ماجه: كتاب الأدب، باب الاستغفار، رقم: ۳۸۱۸، صحيح الجامع الصغير، رقم: ۳۹۳۰)

''حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے لیے (جنت کی) خوش خبری ہے جس کے نامۂ اعمال میں بہت زیادہ استغفار پایا گیا۔''

نقد ونظر

قسط نمبر ۷

قادیانیت پر ملتِ اسلامیہ کا اوّلین متفقہ فتویٰ اور

مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کے خدشات

(مولانا) ابو صہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

واقعاتی شہادات:

تاریخ کسی مدعی کے فقط دعوے سے نہیں بدل جاتی، بلکہ تاریخ اپنے واقعاتی لحاظ سے ایسے دعوے دار کی ہمیشہ تردید وتکذیب کر دیا کرتی ہے۔ حضرت میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جب فتوائے کفر جاری کیا تو اس کے کئی نتائج نکلے۔ واقعاتی لحاظ سے صرف دو (۲) کا ذکر ہم کرتے ہیں:

① فتوے کے جواب میں مرزا قادیانی نے ''آسمانی فیصلہ'' کے عنوان سے کتاب لکھی اور قادیان میں ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو اپنے تمام مریدوں کو جمع کر کے اُسے پڑھ کر سنایا گیا، بعدۂ اس کی عام اشاعت ہوئی جس میں مرزا نے میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ جیسے بے نفس انسان کی توہین وتضلیل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''میاں نذیر حسین صاحب کی حالت نہایت ہی قابلِ افسوس ہے کہ اس پیرانہ سالی میں کہ گور میں پیر لٹکا رہے ہیں، اپنی عاقبت کی کچھ پروانہ کی اور اس عاجز کو کافر ٹھہرانے کے لیے دیانت اور تقوے کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا اور موت کے کنارے تک پہنچ کر اپنے اندرون کا نہایت ہی بُرا نمونہ دکھایا .... اور جا بہ جا اپنی تحریروں اور تقریروں اور اپنے شاگردوں کے اشتہارات میں اس عاجز کا نام کافر و بے دین اور دجال رکھا اور عام طور پر مشتہر کر دیا کہ یہ شخص کافر اور بے ایمان اور خدا اور رسول سے روگردان ہے، سو میاں صاحب کی اس پھونک سے عوام الناس میں ایک سخت آندھی پیدا ہوگئی اور ہندوستان اور پنجاب کے لوگ ایک سخت فتنے میں پڑ گئے۔'' (آسمانی فیصلہ، ص:۳، روحانی خزائن:۴/۳۳۶)

پورا رسالہ اسی طرح کے بیانات سے بھرا پڑا ہے۔ لعن طعن اور سب وشتم سے جب مرزا کا کلیجہ قدرے ٹھنڈا ہوا تو آخر میں روحانی مقابلے کی دعوت دی۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''اول نمبر میاں نذیر حسین دہلوی کا ہے جنھوں نے پچاس سال سے زیادہ قرآن اور حدیث پڑھا کر پھر اپنے علم اور عمل کا یہ نمونہ دکھایا کہ بلا تفتیش وتحقیق اس عاجز کے کفر پر فتویٰ لکھ دیا اور ہزارہا وحشی طبع لوگوں کو بدظن کر کے ان سے گندی گالیاں دلائیں اور بٹالوی کو ایک مجنون درندے کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ مُنہ سے نکالنے کے لیے چھوڑ دیا اور آپ مومن کامل اور شیخ الکل اور شیخ العرب والعجم بن بیٹھے، لہٰذا مقابلے کے لیے اوّل انھی کو دعوت کی جاتی ہے۔ ہاں، ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ساتھ بٹالوی کو بھی، کہ اب تو خواب بینی کا بھی دعویٰ رکھتا ہے، ملا لیں، بلکہ ان کو میری طرف سے اِختیار ہے کہ وہ مولوی عبدالجبار صاحب خلف عبد صالح مولوی عبداللہ صاحب مرحوم اور نیز مولوی عبدالرحمان لکھو کے والے کو جو میری نسبت ابدی گمراہ ہونے کا الہام مشتہر کر چکے ہیں اور کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں، اس مقابلے میں اپنے ساتھ ملا لیں۔ اور اگر میاں صاحب موصوف اپنی عادت کے موافق گریز کر جائیں تو یہی مذکورہ بالا میرے سامنے آئیں۔ اور اگر

یہ سب گریز اِختیار کریں تو پھر مولوی رشید احمد صاحب
گنگوہی اس کام کی ہمت کریں کیوں کہ مقلدوں کی پارٹی
کے تو وہی رکنِ اوّل ہیں۔''

(آسمانی فیصلہ، ص:۱۴، ۱۵، روحانی خزائن: ۴/۳۲۴، ۳۲۵)

مذکورہ طویل اقتباس راقم نے اس لیے نقل کیا ہے، تاکہ ضمناً یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس دور میں مکفرینِ مرزا میں کون لوگ قدآور اور موثر ترین صاحبِ افتا تھے جن کے فتاویٰ سے مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کے لیے مشکلات پیدا ہوئی تھیں۔

ممکن ہے کہ بعض حضرات کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ ابھی تک تو صرف میاں صاحب کا فتویٰ ہی مطبوع ہوا تھا، مولانا گنگوہی کا فتویٰ تو شایع نہیں ہوا تھا؟ تو ایسے حضرات کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ لدھیانوی خاندان کا مولانا گنگوہی پر یہ اِفترا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ متفقہ فتوے سے قبل مولانا رشید احمد گنگوہی کی طرف سے مرزا قادیانی کے کافر و دجال اور مفتری ہونے پر اشتہار شایع ہو چکا تھا، جیسا کہ مرزا کی ایک عبارت اور مولانا گنگوہی کے ایک مکتوب مورّخہ ۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۰۸ھ سے معلوم ہوتا ہے۔

(ملاحظہ ہو روحانی خزائن: ۱/۴۷، مکاتیبِ رشید، ص:۴۱)

عرض گزاری کا مقصد یہ ہے کہ ''آسمانی فیصلہ'' میں کہیں بین السطور بھی لدھیانوی حضرات کا ذکر نہیں ہے!

''آسمانی فیصلہ'' کا جواب مولانا بٹالوی مرحوم نے ''اشاعۃ السنۃ'' میں تفصیل سے لکھا جس کے جواب میں مرزا قادیانی نے اپنی معروف اور ضخیم کتاب ''آئینۂ کمالاتِ اسلام'' لکھی جو فروری ۱۸۹۳ء کو شایع ہوئی، اس میں مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''غرض بانیِ استفتا بٹالوی صاحب اور اول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں۔'' (آئینۂ کمالاتِ اسلام، ص:۳۱)

پھر صفحہ نمبر ۲۶۱ پر انھیں بوجہ فتویٰ مباہلے کی دعوت دی ہے۔ اور جن کتب کی تصنیف و اشاعت پر حضرت میاں صاحب نے فتویٰ جاری کیا تھا، ''آئینۂ کمالاتِ اسلام'' کے عربی حصے میں ان کو ذکر کرنے کے بعد مرزا نے لکھا ہے:

تلك كتب ينظر إليها كل مسلم بعين المحبة والمودة وينتفع من معارفها ويقبلني ويصدق دعوتي، إلا ذرية البغايا الذين ختم الله على قلوبهم فهم لا يقبلون."

(آئینۂ کمالاتِ اسلام، ص: ۵۴۷، ۵۴۸)

''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت اور مودّت سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اُٹھاتا ہے، مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعوے کی تصدیق کرتا ہے، سوائے فاحشہ عورتوں کے بچوں کے جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے، پس وہ قبول نہیں کرتے۔'' (ترجمہ آئینۂ کمالاتِ اسلام از عامر عزیز الازہری، ص: ۱۹۱، مطبوعہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام، لاہور: ۲۰۱۰ء)

② مرزا قادیانی پر میاں صاحب نے جو فتوائے کفر تحریر کیا، اس میں دس وجوہ سے اُسے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ ان دس میں سے ایک وجہ مرزا کا دعوائے نبوت بھی تھا، چنانچہ میاں صاحب فرماتے ہیں:

''آیۂ قرآن کی عموم و اطلاق سے اور ارشاداتِ نبویہ کی عموم وخصوص دونوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں جس پر لفظ نبی کا اطلاق ہو سکے اور محدثینِ سابقین اور اس امت کے تسلیم شدہ محدث ''نبی'' نہ کہلا سکے اور قرآن وحدیث نے اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے تو پھر قادیانی کا یہ دعویٰ کرنا کہ محدث ایک قسم کا نبی ہوتا ہے، وبناءً علیه وہ خود ایک قسم کا نبی ہے، ان نصوصِ صریحہ کا انکار نہیں تو اور کیا ہے!''

(اولین متفقہ فتویٰ، ص: ۴۷، طبع دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور)

آگے فرماتے ہیں کہ

''یہ ابیات صاف پکار رہے ہیں کہ آپ (مرزا) نبی ہیں، صاحبِ وحی ہیں، منذر ہیں، پیغمبر ہیں۔ سب کچھ ہیں، صرف کسر ہے تو اتنی کہ آپ کوئی نئی کتاب نہیں لائے۔''

(ایضاً،ص:۵۷)

مرزا کے دعوائے نبوت ورسالت کی بحث خاصی طویل ہے، بڑے سائز کے تقریباً دس صفحات پر محیط ہے کہ قادیانی کا محدث کے روپ میں نبوت ورسالت کا دعویٰ ہے۔

مرزا نے بڑی شدومد سے اس بات کی نفی کی، اشتہار پر اشتہار شایع کر کے میاں صاحب کے متعلق وہ بے ہودہ بکواس کی کہ پناہ بہ خدا! بالآخر میاں صاحب کے شاگردِ رشید مولانا عبدالحکیم کلانوری سے لاہور میں مباحثہ ہوا جس میں قادیانی کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ آخرالامر مرزا نے جان چھڑانے کے لیے لکھ کر دے دیا کہ

''تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ ''فتح الاسلام'' و''توضیح مرام'' و''ازالہ اوہام'' میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے، یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے، یا یہ کہ محدثیت نبوتِ ناقصہ ہے، یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں، بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کے رو سے بیان کیے گئے ہیں .... تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دل جوئی کے لیے اس لفظ کو دوسرے پیرایے میں بیان کرنے میں کیا عذر ہوسکتا ہے، سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظِ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظِ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں اور نیز عنقریب یہ عاجز ایک رسالہ مستقلہ نکالنے والا ہے جس میں ان شبہات کے اِزالے کے لیے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالے میں لکھ دوں گا اور مطابق اہلِ سنت والجماعت کے بیان کر دوں گا۔'' (اشتہارِ مرزا مورخہ ۳ فروری ۱۸۹۲ء، مندرجہ مجموعۂ اشتہارات: ۱/۳۱۳، ۳۱۴)

مگر افسوس مرزا اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ مناظرے میں انھوں نے فقط اپنی ذلت ورسوائی کو دھونے کے لیے مذکورہ تحریر لکھ دی تھی کیوں کہ مرزا نے دورانِ گفتگو قرآن کی آیت پڑھی تو اسے بھی غلط پڑھا، حدیثِ نبوی کا متن پڑھا تو اسے بھی غلط پڑھا جس سے حاضرین کو یقین ہو گیا کہ مرزا سادہ قرآن کا ایک رکوع اور کتبِ احادیث سے ایک حدیث بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ (اشاعۃ السنۃ، جلد:۱۴، بحوالہ تحریک ختم نبوت: ۱۶/۳۰۲، محاسبۂ قادیانیت: ۹/۳۴۱)

مذکورہ تحریر کا مقصد محض یہ تھا کہ مزید رسوائی سے بچا جائے۔ لیکن قادیانی کے دل پر مہر لگ چکی تھی، اس نے جب اپنی کتاب ''آیئنۂ کمالات'' شایع کی تو اس میں اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کے برعکس اپنے محدثیت کے عقیدے ہی کو بیان کیا۔ مرزا کے الفاظ ہیں:

''وہ حقیقت جو انبیاء میں معجزے کے نام سے موسوم ہوتی ہے، وہ اس میں کرامت کے نام سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہی حقیقت جو انبیاء میں عصمت کے نام سے نام زَد کی جاتی ہے، اس میں محفوظیت کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے، اس میں محدثیت کے پیرایے میں ظہور پکڑتی ہے۔ حقیقت ایک ہی ہے، لیکن بباعثِ شدت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ کے ملفوظاتِ مبارکہ اشارات فرما رہے ہیں کہ ''محدث'' نبی بالقوہ ہوتا ہے اور اگر بابِ نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اسی قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے، یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبي.''

(آیئنۂ کمالاتِ اسلام، ص: ۲۳۷، ۲۳۸)

''آئینہ'' کا جواب بھی مولانا ٹالوی نے تحریر کیا جو''اشاعۃ السنۃ'' میں شایع ہوا۔ پوری تاریخِ مرزائیت میں مولانا بٹالوی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے مرزا کی عربی عبارات سے اغلاط نکالیں۔ان سے مرزا نے یہ سبق حاصل کیا کہ وہ اپنی کتب کی اصلاح اپنے حواریوں سے کروانے لگے جس سے اغلاط پہلے کی نسبت کم ہوگئیں۔

ان تفصیلات سے جو حقائق کھلے ہیں کہ ان پر قارئینِ کرام غور کریں اور یہ کہ ان سے دھڑے بندی کی وجہ سے چشم پوشی اور سینہ زوری سے تاریخ کو بدلنے کی ناکام کوشش کرنا قابلِ ستائش طریقہ نہیں ہے۔ مولانا بٹالوی مرحوم کے اولین متفقہ فتوے کے نتائج آپ کے سامنے ہیں۔فریقین اپنے موقف کو پُر زور طریقے سے ثابت کرتے ہیں، مرزا قادیانی مولانا بٹالوی مرحوم کے فتوے کو جعل سازی اور اس فتوے میں بیان شدہ وجوہِ کفر میں سے بعض کا اِنکار کرتا رہا، بعض کی صفائی دیتا رہا اور مفتیانِ کرام کی کردار کشی کرتا رہا۔فریقین نے اپنے اپنے موقف کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے فقط زبانی کلامی دلائل ہی نہیں دیے، بلکہ مبسوط کتب کی تصنیف و اِشاعت بھی ہوتی رہی۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''اس فتوے کو میں نے اوّل سے آخر تک دیکھا۔ جن اِلزامات کی بنا پر یہ فتویٰ لکھا ہے، ان شاء اللہ بہت جلد ان الزامات کے غلط اور خلافِ واقعہ ہونے کے بارے میں ایک رسالہ اس عاجز کی طرف سے شایع ہونے والا ہے جس کا نام''دافع الوساوس'' ہے۔ بایں ہمہ مجھ کو ان لوگوں کے لعن طعن پر کچھ افسوس نہیں اور نہ کچھ اندیشہ، بلکہ میں خوش ہوں کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی اور ان کے اتباع نے مجھ کو کافر اور مردود اور ملعون اور دجال اور ضال اور بے ایمان اور جہنمی اور اَکفر کہہ کر اپنے دل کے وہ بخارات نکال لیے جو دیانت اور امانت اور تقوے کے التزام سے ہرگز نہیں نکل سکتے تھے .... بٹالوی صاحب کو اس فتوے کے طیار کرنے میں یہودیوں کے فقیہوں سے بھی زیادہ خیانت کرنی پڑی اور وہ خیانت تین قسم کی ہے:

اوّل یہ کہ بعض لوگ جو مولویت اور فتویٰ دینے کا منصب نہیں رکھتے، وہ صرف مکفرین کی تعداد بڑھانے کے لیے مفتی قرار دیے گئے۔

دوسری یہ کہ بعض ایسے لوگ جو علم سے خالی اور علانیہ فسق وفجور، بلکہ نہایت بدکاریوں میں مبتلا تھے، وہ بڑے عالم متشرع متصور ہوکر ان کی مہریں لگائی گئیں۔

تیسرے ایسے لوگ جو علم اور دیانت رکھتے تھے، مگر واقعی طور پر اس فتوے پر انھوں مہریں نہیں لگائیں، بلکہ بٹالوی صاحب نے سراسر چالاکی اور اِفترا سے خود بہ خود ان کا نام اس میں جڑ دیا۔'' (نشانِ آسمانی، ص:۴۲،۴۳، روحانی خزائن: ۴/۴۰۲،۴۰۳، مجموعہ اشتہارات:۱/۳۳۰،۳۳۱)

ہم نے مرزا قادیانی کی عبارات کو مفصل اس لیے نقل کیا ہے، تاکہ قارئین کو یہ معلوم ہوجائے کہ حق و باطل کے معرکے میں ہیرو کون تھا، کون رزم گاہ میں جواں مردی کے جوہر دکھارہا تھا اور اس صدی کے سب سے بدتر شخص کے سامنے کون جرأت و بسالت اور ثابت قدمی کے ساتھ سپر بنا رہا۔

ہر وہ انسان جس کے کندھوں پر سر اور سر میں بھیجا ہے، اسے اپنے اسلاف اور محسنوں سے محبت ہوتی ہے۔اور یہ محبت ہونی بھی چاہیے، لیکن اس کے بھی کچھ تقاضے ہیں۔اسی طرح ہر سلیم الفطرت انسان کو بُرے شخص سے نفرت ہوتی ہے، لیکن نفرت کے بھی کچھ ضابطے ہوتے ہیں۔ہم قطعاً یہ نہیں کہتے کہ آپ علمائے اہلِ حدیث سے والہانہ محبت ہی کریں، بس یہ استدعا ہے کہ انصاف کا دامن نہ چھوڑیں کہ ناانصافی

تو کافر سے بھی جائز نہیں۔

مرزا قادیانی کی تصریحات:

مرزا قادیانی صراحت پر صراحت کرتا ہے کہ سب سے اوّل مجھے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینے والے اہلِ حدیث ہیں، چنانچہ ۱۸۹۱ء کے بعد اس کی کوئی کتاب شاید ہی اس بیان سے خالی ہو۔ اگر مرزا کی ایسی عبارات کا احاطہ کیا جائے تو نفسِ مضمون سے مرزا قادیانی کے اِقتباسات بڑھ جائیں گے۔ مولانا بٹالوی اور میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا نام لے کر مرزا نے متعدد مقامات پر لکھا ہے کہ بانیِ تکفیر یہ ہیں۔

اس کے برعکس اس نے کسی جگہ پر بھی لدھیانوی علماء (مولوی محمد، عبداللہ وعبدالعزیز) کا نام لے کر ایسی کوئی وضاحت نہیں کی کہ میری تکفیر کے بانی یہ لوگ ہیں۔ دنیا کا کوئی محقق ان شاء اللہ اس بات کو ثابت نہیں کرسکتا۔

''میں نہیں مانتا'' کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ ضد ایسا لاعلاج مرض ہے کہ جس کو بھی لگ جاتا ہے، اس پر کوئی نسخہ کامیاب نہیں ہوتا، الاماشاءاللہ۔

''الاعتصام'' کے ۲۰۱۸ء کے جنوری وفروری کے شماروں میں راقم کا مضمون میاں صاحب کے فتوے پر شایع ہو چکا ہے جس میں مرزا کی کئی عبارات راقم نے نقل کر دی تھیں۔

عرض گزاری کا مقصد یہ ہے کہ یہ بھی ایک ضمنی دلیل ہے جس پر میاں صاحب کا مطبوع فتویٰ گواہ ہے۔

جتنی دیر تک مولانا بٹالوی کے شایع کردہ فتوے سے قبل کسی اور کے شایع کردہ متفقہ فتوے کی کاپی پیش نہ کی جائے، اتنی دیر تک کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہے کہ بانیِ تکفیر مولانا بٹالوی نہیں۔ فقط کسی شخص کے دعوے کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ مجھے ادراک ہے کہ میرے اس مضمون سے کئی حضرات کو تکلیف ہوگی، لعن طعن اور نہیں معلوم کیا کچھ کہا جائے گا، لیکن ہمارا یہ مطالبہ پورا نہیں کیا جائے گا، ان شاءاللہ۔ (جاری ہے)

بقیہ: ذاتِ نبوی ﷺ کی بے مثال حفاظت

۵۔ بنونضیر کے یہود کا واقعہ:

ابن ہشام رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ بنونضیر کے پاس بنوعامر کے دو آدمیوں کے خون بہا کے متعلق مدد کے لیے تشریف لے گئے جن کو عمرو بن اُمیہ نے قتل کیا تھا۔ ان میں سے بعض افراد ایک دوسرے کو تنہائی میں ملے تو انھوں نے آپس میں کہا کہ اس وقت محمد (ﷺ) جتنا قریب ہے، پھر تم ہرگز اسے نہیں پاؤ گے، اس لیے کوئی ہے جو اس گھر پر چڑھ جائے اور اس پر کوئی بھاری پتھر گرا دے تو وہ ہمیں اس سے راحت دینے کا باعث ہوگا۔ عمرو بن جحاش نے کہا: میں (اس کام کو انجام دیتا ہوں)۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی خبر ہوگئی تو آپ ﷺ ان کے پاس سے لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اور اس کی قوم کے اِرادے کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [المائدة: ۱۱]

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو، جب کہ ایک قوم نے اِرادہ کیا تھا کہ تمھاری جانب اپنے ہاتھ بڑھائیں تو ان کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اللہ سے ڈرو اور ایمان داروں کو تو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

(سیرت ابن ہشام: ۱/ ۴۷۷)

(باقی آئندہ)

نقد و نظر

قسط نمبر ۸

قادیانیت پر ملتِ اسلامیہ کا اوّلین متفقہ فتویٰ اور مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کے خدشات

(مولانا) ابو صہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

فتوائے تکفیر کا ردِ عمل:

ہم اپنے دین و ایمان کی بنا پر بجا طور پر یہ اُمید رکھتے ہیں کہ قیامت کے روز محافظینِ ختم نبوت کے کارکنان، اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک، وہ مقدمہ جیش کا سپاہی ہو یا کمانڈر انچیف، میمنہ و میسرہ میں شامل ہو یا عام محاذ پر لڑنے والا مجاہد، جس نے بھی اپنا علم، اپنی جوانی، مال و دولت اور وقت نبیِ اکرم ﷺ کی خاتمیت کے تحفظ کے لیے نچھاور کیا ہوگا، جب وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوگا تو ان شاء اللہ سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے اس عملِ حسنہ کو پیش کرے گا اور عرض کرے گا کہ میں بڑا گناہ گار اور پاپی ہوں۔ میرے دامن میں توحید کے بعد اگر کوئی قابلِ ذکر عمل ہے تو وہ یہ ہے کہ میں تیری توفیق سے ختمِ نبوت کے محاذ کا سپاہی ہوں۔

اور جب نبیِ رحمت ﷺ کے سامنے اپنی نظروں کو جھکا کر اپنا یہی تعارف پیش کرے گا تو ان شاء اللہ اس پر مزید کسی تعارف کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ایسے لوگوں کو بفضلہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ کیوں؟ لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ یہ معمولی کام نہیں ہے کہ انگریز کے ٹاؤٹ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کے خلاف آواز اُٹھانا محبتِ رسول ﷺ اور اپنے ایمان کا تقاضہ ہے، مگر یہ اتنا آسان نہیں ہے، تجربہ شرط ہے۔ قادیانیوں کے خبثِ باطن کے سامنے شیطان بھی خود کو ہیچ محض اور بے وقعت سمجھتا ہوگا۔ ختمِ نبوت کے ہر داعی و مبلغ کو اس کا اندازہ ہے۔ جو اس راہ سے گزرا ہی نہیں، اسے اس کا صحیح ادراک ہی نہیں۔

راقم مولانا اللہ وسایا کا مضمون پڑھ کر حیران رہ گیا تھا کہ یہ کس راہ پر چل پڑے ہیں۔ یہ تو ختمِ نبوت کے داعی و مبلغ ہیں۔ انھیں تو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر خوش ہونا چاہیے تھا کہ اس محاذ پر کام کرنے کی انھیں توفیق ملی ہے۔ واللہ العظیم، ان کے مضمون کے مندرجات نے لکھنے پر مجبور کر دیا، ورنہ خاکسار شاید اس پر زندگی بھر اتنا تفصیلی مضمون نہ لکھتا۔

یہ سطور میں نے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے لکھی ہیں، انھیں محض عبارت آرائی نہ سمجھا جائے۔ مقصود یہ ہے کہ ناواقف لوگوں کو مکفرینِ مرزا کی اہمیت، ان کے کام کی وقعت اور اس پگڈنڈی پر چلنے والوں کو پیش آمدہ مشکلات کا اندازہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾ [یونس: ۱۷]

”پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے۔“

مرزا قادیانی کہتا ہے:

”ایسا آدمی جو ہر روز خدا پر جھوٹ بولتا ہے اور آپ ہی ایک بات تراشتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ خدا کی وحی ہے جو مجھ کو ہوئی ہے، ایسا بدذات انسان تو کتوں اور سوروں اور بندروں سے بدتر ہوتا ہے۔“ (ضمیمہ براہینِ احمدیہ، حصہ پنجم، ص:۱۲۶، روحانی خزائن: ۲۱/۲۹۲)

اللہ تعالیٰ کا سچا نبی و رسول اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے ہر لحاظ میں فائق ہوتا ہے اور جھوٹا مدعیِ نبوت تمام جہانوں کے لوگوں سے بدتر ہوتا ہے۔ ایسے بدتر شخص کی مخالفت کرنا گویا نجاست میں روڑا مارنے کے مترادف ہوتا ہے۔ قادیانی غلاظت کا کیا بیان، جس جس نے اس کی مخالفت کی، اسے وہ کچھ سننا پڑا کہ پناہ بہ خدا!

مرزا قادیانی کے کفرِ بواح کے فتوے کی اشاعت میں تین افراد کا مرکزی کردار تھا:

(۱) مولانا محمد حسین بٹالوی (۲) سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی

(۳) مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے استفتا لکھا، میاں صاحب رحمہ اللہ نے تفصیلی فتویٰ لکھا، مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کی تائید کی۔ گو مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے دو تین سطریں ہی لکھی ہیں، لیکن فتوے کی تائید کا یہی ڈھنگ ہے۔ باقی مفتیانِ کرام کی اکثریت محدث دہلوی رحمہ اللہ اور مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگردوں کی تھی۔ ان تینوں افرادِ اُمت کے متعلق قادیانی اور اس کے پیروکاروں نے وہ گندی اور غلیظ زبان استعمال کی کہ قلم نقل کرتے بھی معذرت کرتا ہے۔ (اگر مطالبہ ہوا تو اس پر بھی تفصیل سے باحوالہ عرض کر دیں گے)

مفتیانِ کرام ہی نہیں، قادیان کی ''سکھا شاہی'' سے کسی بھی مخالف کو معافی نہیں ملی، خواہ وہ کسی مذہب وملت سے ہو۔ ہر مخالف کے بارے میں مرزا قادیانی کی زبان وقلم کا یہی اسلوب ہے، مگر آپ حیران ہوں گے کہ جن کو آج ہیرو باور کرایا جا رہا ہے، متنبّیِ قادیان کی زبان سے ان کے متعلق ایسا کوئی جملہ کہنا ثابت نہیں۔ ہماری طرف سے ان کے مداحین کو چیلنج ہے کہ صرف اور صرف ایک گالی جس کو لغت وعرف میں سمجھا جاتا ہو، ان کے متعلق ثابت کر دیں۔ چلیے مزید رعایت لے لیجیے کہ علمائے لدھیانہ کے تینوں بھائیوں میں سے کسی ایک کے متعلق کوئی گستاخانہ فقرہ ہی ثابت کر دیں۔ مولانا اللہ وسایا صاحب ان شاء اللہ اپنے لاؤ لشکر سمیت یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ متنبّیِ قادیان کے دربار سے ان لوگوں کو معافی کا بظاہر ایک ہی سبب ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ تحریک ختم نبوت کے ہیرو نہیں ہیں!

مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں کی بے ہودہ تحریروں پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے ایک موقع پر جواباً لکھا تھا:

''اور اگر یہ اختیاری حرکت ہے اور اس غرض سے ہے کہ آپ کا متعاقب گالیوں سے ڈر کر آپ کا تعاقب چھوڑ دے گا تو اس خیال کو آپ دماغ سے نکال کر اس طعن وتمسخر سے باز آویں۔ اس سے وہ غرض ہرگز حاصل نہ ہوگی کیوں کہ خاکسار اپنی فرضِ منصبی اور شعارِ مذہبی؛ نصرتِ حق اور دمغِ باطل و ردِ کفریات قادیانی وکشفِ مکائد آں بہتانی ہرگز نہ چھوڑے گا، چنانچہ پہلے بھی نمبر۴، جلد۱۳ کے صفحہ۴ میں عرض کر چکا ہے۔ آپ کی تعریضات یک طرف رہی، تصریحات پر بھی اپنی آنکھ اور کان کو بند کرے گا اور جواب دے گا تو صرف اسی بات کا جس کو ردِ کفرِ قادیانی سے تعلق ہوگا۔ اور اس میں اس شاعر کی موافقت کرے گا جو اپنی معشوقہ کے دھن میں کہہ گیا ہے۔

أصم إذا نوديت باسمي وإنني
إذا قيل لي: يا عبدها! لسميع

''جب مجھے میرے نام سے پکاریں گے، میں بہرا ہو جاؤں گا۔ اور جب کہیں گے: اے فلانی معشوقہ کے غلام! تو سن لوں گا۔''

اور اپنی خداداد راحت اور ناچیز عزت اور آبرو کو آنحضرت ﷺ اور آپ کے دین پر قربان کر دے گا۔ اور اس میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا پیرو ہو گا جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے والے کے جواب میں یہ اشعار جواہر آب دار نظم فرمائے ہیں۔

هجوتَ محمدا فأجبت عنه
وعندالله في ذاك الجزاء
هجوتَ محمدا برا تقيا
رسول الله شيمته الوفاء
فإن أبي و والدتي و عرضي
لعرض محمد منكم وفاء

’’تُو نے محمد ﷺ کی ہجو (مذمت) کی ہے، میں اس کا جواب دیتا ہوں جس کی جزا خدا کے پاس ہے۔ تُو نے محمد ﷺ کی جو نیکوکار، پرہیزگار ہے، ہجو کی ہے، جو خدا کا رسول ہے، جس کی صفت وفاداری ہے۔ سو میرے ماں باپ اور آبرو آنحضرت ﷺ کی آبرو کے لیے تمھاری بدگوئی سے سپر ہیں۔‘‘

آپ کے مرشد کادیانی کھلے الفاظ سے آنحضرت ﷺ اوران کے دین کی توہین کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی بشارتِ عیسوی ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ کو آنحضرت ﷺ سے مٹاتے اوراپنے اوپر لگاتے ہیں۔

(ازالہ کادیانی،ص:۶۷۳[روحانی خزائن:۳/۴۶۳])

آنحضرت ﷺ کی مہرِ نبوت کو توڑ کر اپنے آپ کو خاتم بناتے ہیں۔ (ازالہ،ص:۶۷۳[روحانی خزائن:۱۴/۴۶۳]، توضیح المرام،ص:۱۹[روحانی خزائن:۳/۶۰])

آنحضرت ﷺ کی فتح سیفی کو ناچیز کہتے ہیں۔ (ازالہ کادیانی،ص:۶۷۶[روحانی خزائن:۳/۳۶۵])

آنحضرت ﷺ اوران کے جملہ خلفاء وغیرہ کو فتح وغلبہ دین وغیرہ معارفِ قرآن کے معنی سے بےخبر بتاتے ہیں۔

(ازالہ کادیانی،ص:۶۷۸[روحانی خزائن:۳/۴۶۶])

آنحضرت ﷺ کو ابن مریم اور دجال وغیرہ کی پوری حقیقت منکشف ہونے سے محروم بتاتے ہیں، وعلی ہذا القیاس۔

(ازالہ کادیانی،ص:۶۹۱[روحانی خزائن:۳/۴۷۳])

اور آپ ان سب کفریات وتوہین کو معارف وحقائق قرار دیتے ہیں۔ اس پر اگر یہ خاکسار نصرتِ دین اور ذبِ (مدافعت وتوہین) سیدالمرسلین کے لیے کھڑا ہوا اور اس کے مقابلے میں آپ مجھ پر تعریض سے طعن کریں یا تصریح کے ساتھ ماں، بہن، جورو، بیٹی کی گالیاں دیں تو اس سے بڑھ کر میرے لیے خدا کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک کوئی عزت کا مقام نہیں۔ پہلے تو آپ کے مرشد نے یہ ڈیوٹی اختیار کی تھی اور فیصلہ آسمانی وغیرہ تحریرات میں خوب کھول کر گالیاں سنائیں، اب اس کی خلافت آپ کو دی ہے۔ آپ شوق سے جو چاہیں سو کہیں اور اس ناچیز کو (جو اپنی حیثیت وعزت قطرۂ آب ومشتِ خاک سے زیادہ نہیں سمجھتا) اعزاز بخشیں اور عزت بڑھائیں۔‘‘ (اشاعۃ السنۃ، ج:۱۴،ش:۱۲،ص:۴۰۴-۴۰۶)

امینِ جماعت پر خیانت کا اِلزام:

مولانا اللہ وسایا صاحب فرماتے ہیں:

’’نقلِ حوالہ میں خلافِ دیانت اِدارہ سلفیہ (لاہور) کا عمل: اِدارہ سلفیہ (لاہور) نے نومبر ۱۹۸۶ء میں ’’پاک وہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ؛ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار دائرۂ اسلام سے خارج ہیں‘‘ شائع کیا۔ اس میں پہلی زیادتی تو یہ کی اس کا نام بدل دیا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس فتوے کا نام ’’فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان بحق مرزا غلام احمد ساکن قادیان‘‘ رکھا تھا۔ دارالدعوۃ السّلفیہ نے مولانا بٹالوی کا قائم کردہ عنوان بدل دیا اور اس کا نام رکھا: ’’پاک وہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ‘‘۔ دوسری تبدیلی یہ کہ اس کتاب میں اشاعۃ السنۃ (ج:۱۳،شمارہ:۴،۵،۶، ۷، ۱۱،۱۲۔۱۸۹۰ء) کے فتوے کو دارالدعوۃ السّلفیہ (لاہور۔طبع نومبر ۱۹۸۶ء) کی اشاعت کے ص:۱۶۲ پر ’’کتبہ محمد اشرف علی‘‘ کی عبارت پر ختم کیا ہے جو اشاعۃ السنۃ (ج:۱۳،شمارہ:۱۲،ص: ۱۴۷) کی پہلی پانچ سطروں پر موجود ہے، حالانکہ اسی اشاعۃ السنۃ کی اسی جلد، اسی شمارے، اسی ص: ۱۴۷ کی پہلی پانچ سطروں (جہاں ادارہ سلفیہ نے اس فتوے کو ختم کیا ہے) کے بعد اس صفحے کی بقیہ ۱۴ سطروں کو عمداً نقل نہیں کیا، پھر اس کا ص: ۱۴۸ بھی مکمل نقل نہیں کیا۔

فقیر نے اِدارہ سلفیہ (لاہور) کے مولانا محمد حسین بٹالوی کے فتوے ''پاک وہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ'' کے آخری صفحے کو دیکھا، یہی فتویٰ جو اشاعۃ السنۃ (ج:۱۳، شمارہ:۱۲) میں شایع ہوا، اس کے اِختتام کو دیکھا تو دیانت داری سے عرض کرتا ہوں کہ بہت ہی حیرت ہوئی کہ نقلِ حوالہ میں اتنی بڑی جسارت کہ قریباً آخری ڈیڑھ صفحہ سرے سے درج نہیں کیا، حذف کر دیا۔اور خلافِ توقع اس جسارت پر سخت تعجب ہوا کہ ایسے بھی دنیا کرتی ہے؟ اب دونوں حوالہ جات سامنے تھے، کسی بھی طرح کی کوئی تاویل سمجھ میں نہ آئی کہ اتنی بات کہ سب سے پہلے مرزا پر کس نے کفر کا فتویٰ دیا، اس اِعزاز کو حاصل کرنے کے لیے مولانا محمد حسین بٹالوی کے عقیدے کے لوگوں نے ہی ان کے اشاعۃ السنۃ کے رسالے کے ڈیڑھ صفحے کو غائب کر دیا، فیا للعجب .

ادارہ سلفیہ (لاہور) کی مولانا بٹالوی کے فتوے سے حذف کردہ عبارت:

لیجیے قارئین! پہلے تو ذیل میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے تحریر کردہ جس ڈیڑھ صفحے کو دارالدعوۃ السّلفیہ (لاہور) نے غتر بود کیا ہے، آپ ملاحظہ فرمائیں۔مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

''**بعض علماء وصوفیائے لدھیانہ:**

لودھیانہ کے مشہور مولویوں کے پاس یہ فتویٰ پیش کیا گیا تو انھوں نے اپنا اشتہار ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ، اس پر عبارتِ ذیل لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیا:

''یہ اِشتہار ہماری طرف سے واسطے درج کرنے اس فتوے کے جو علمائے ہندوستان نے نسبت مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر وغیرہ کا دیا ہے، شامل کیا جائے۔''

وہ اشتہار چونکہ بہت طویل ہے، اس لیے اس کے صرف چند فقرات اس مقام میں نقل کیے جاتے ہیں:

چونکہ ہم نے فتویٰ ۱۳۰۱ھ میں مرزا مذکور کو دائرۂ اسلام سے خارج ہو جانے کا جاری کر دیا تھا......

یہ شخص اور ہم عقیدہ اس کے اہلِ اسلام میں داخل نہیں اور اب بھی ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ یہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائدِ باطلہ کو حق جانتے ہیں، شرعاً کافر ہیں۔ جب مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے تو مرزا کو اوّل اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا، بعد میں عیسیٰ موعود ہونے میں کلام شروع ہوگی۔خلاصۂ مطلب ہماری تحریراتِ قدیمہ اور جدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اہلِ اسلام کو ایسے شخص سے اِرتباط رکھنا حرام ہے، جیسا ہدایہ وغیرہ کتبِ فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔اسی طرح جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں، وہ بھی کافر ہیں۔المشتہران: مولوی محمد ومولوی عبداللہ ومولوی عبدالعزیز سکنائے لدھیانہ عفا اللّٰہ عنہ .

لدھیانہ کے صوفیوں میں سے میر عباس علی صاحب صوفی گو مولوی نہیں کہلاتے اور نہ فتویٰ دیتے ہیں، مگر چونکہ انھوں نے اس وقت رسمی مولویوں سے بڑھ کر یہ اولی العزمی وثابت قدمی دکھائی ہے کہ باوجود کہ وہ پہلے سالہا سال قادیانی کے خادم ومعتقد رہے ہیں، اب ان کے نئے عقائدِ کفریہ بدعیہ دیکھ کر اس سالہا سال کی محبت واعتقاد کی بندش کو توڑ کر ان کی اتباع سے دستبردار ہو گئے ہیں، اس لیے قادیانی کی نسبت ان کی رائے زرّیں کو آرائے علماء وفضلائے اسلام کے سلسلے میں نقل کرنا مناسب، بلکہ ضروری ہے۔ اب اپنی تحریر (مطبوعہ دبدبہ اقبال ربی پریس) میں فرماتے ہیں:

''اس وقت جو فیصلہ میری طبیعت نے کیا ہے، وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب صاف اور قطعی طور پر نیچری ہیں۔معجزاتِ انبیاء وکراماتِ اولیاء سے مطلق انکار رکھتے ہیں۔سب معجزات اور کرامات کو مسمریزم، قیافہ، قواعدِ طب یا دستکاری پر مبنی جاتے

ہیں۔ خرقِ عادت کوئی چیز نہیں جس کو سب اہلِ اسلام، خصوصاً اہلِ تصوف نے مانا ہوا ہے۔ اور سید احمد خان اور مرزا غلام احمد صاحب کے نیچریت میں بجز اس کے اور کوئی فرق نہیں کہ وہ بالباس جاکٹ وپتلون ہیں اور یہ بالباس جبہ ودستار اور صوفیائے عظام کے درہم برہم کرنے والے۔''

اسی صفحے کے حاشیے پر مولانا بٹالوی نے تحریر کیا:

میر عباس علی صاحب کی تعریف میں قادیانی نے اپنے ''ازالہ'' کے ص:۷۹۰ میں یہ سطور لکھی ہیں:

''یہ میرے وہ اوّل دوست ہیں جن کے دل میں خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی اور جو سب سے پہلے تکلیفِ سفر اُٹھا کر اَبرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض اور میرے قادیان میں میرے ملنے کے لیے آئے، وہ یہی بزرگ ہیں۔ میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انھوں نے وفاداری دکھلائی اور میرے لیے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اُٹھائیں اور قوم کے مُنھ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ میر صاحب نہایت عمدہ حالات کے آدمی اور اس عاجز سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں اور ان کے مرتبۂ اخلاص کے ثابت کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں یہ الہام ہوا تھا: أصله ثابت وفرعها في السماء .''

اسی صفحے کی سائیڈ کے حاشیے پر مولانا بٹالوی نے لکھا:

''التماس: جن علماء کے پاس یہ فتویٰ پہلے پہنچا ہے، یا اب پہنچے، وہ اس کی تصدیق کو تحریر فرما کر ہمارے پاس بھیج دیں، تا آئندہ ان کی تحریرات چھاپ کر مشتہر کی جائیں۔''

(اشاعۃ السنۃ، ج:۱۳، شمارہ:۱۲، ص:۱۴۷، ۱۴۸۔ ۱۸۹۰ء)

قارئین! مولانا محمد حسین بٹالوی تحریر فرماتے ہیں کہ لدھیانہ کے مشہور مولویوں کے پاس یہ فتویٰ پیش کیا گیا تو انھوں نے اپنا اشتہار ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ اس عبارتِ ذیل لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیا کہ ''یہ اشتہار ہماری طرف سے واسطے درج کرنے اس فتوے کے جو علمائے ہندوستان نے نسبت مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر وغیرہ کا دیا ہے، شامل کیا جائے۔'' (اشاعۃ السنۃ، ج:۱۳، شمارہ:۱۲، ص:۱۴۷)

گویا مولانا محمد حسین صاحب کے فتوے سے پہلے کا یہ اِشتہار تھا جس کا مولانا نے آگے خلاصہ نقل کیا جو آپ حضرات نے ابھی ملاحظہ کیا، پس ثابت ہوا کہ علمائے لدھیانہ مولانا بٹالوی کے مرزا کو کافر کا فتویٰ دلوانے سے پہلے فتویٰ دے چکے تھے۔ اور پھر اِس اشتہار میں ہے کہ ۱۳۰۱ھ میں مرزا کے کافر ہونے کا فتویٰ ہم نے جاری کیا تھا۔ یہ بھی دلیل ہے کہ ان کا فتویٰ مولانا بٹالوی سے پہلے کا ہے۔'' (ماہ نامہ لولاک، ص:۳۹-۴۲، اکتوبر ۲۰۲۰ء)

آگے لکھتے ہیں:

''مولانا بٹالوی نے نقل فرمایا کہ علمائے لدھیانہ نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کے خلاف فتوائے کفر دیا۔ ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۸۳ء، ۱۸۸۴ء ہے، گویا علمائے لدھیانہ کا فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی کی نقل کے مطابق ۱۳۰۱ھ کا ہے اور مولانا بٹالوی کا یہ فتوائے کفر ۱۸۹۰ء میں شایع ہوا۔ ۱۸۸۳ء، ۱۸۸۴ء اور ۱۸۹۰ء میں جتنا فرق ہے، اتنا قدیم فتویٰ ہے علمائے لدھیانہ کا۔ اس کے باوجود موجودہ حضراتِ ادارہ سلفیہ (لاہور) یا دیگر محققینِ علمائے اہلِ حدیث تسلیم نہ فرمائیں تو ان کے کرم کے آگے فقیر کیا دَم مار سکتا ہے!'' (ماہ نامہ لولاک، ص:۴۴)

قارئینِ کرام! ہم نے نقلِ عبارت میں بخل سے کام نہیں لیا۔ اسے ایک بار مکرر پڑھ لیں اور پھر ہماری گزارشات کو ٹھنڈے دل سے ملاحظہ کریں:

اوّلاً: ۱۳۰۱ھ کے فتوے کی حقیقت ہم بیان کر آئے ہیں۔ اس

بدنما دھبے کو کسی معقول دلیل سے ردّ کریں۔

ثانیاً: مولانا کو اعتراف ہے کہ مولانا بٹالوی کا فتوائے کفر ۱۸۹۰ء میں شایع ہوا تھا، اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ علمائے لدھیانہ کا اِشتہار (۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ) پہلے کا ہے! حالانکہ ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ موافق مئی ۱۸۹۱ء ہے۔ پوری دنیا کے مبلغینِ عالمی مجلس اکٹھے ہو کر سرتوڑ کوشش کرنے کے باوجود ہماری اس بات کی تردید نہیں کرسکتے، ولو کان بعضهم لبعض ظهيرا.

اور واقعات بھی ہمارے موقف کی تائید کرتے ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مئی ۱۸۹۱ء میں علمائے لدھیانہ کو مناظرے کا چیلنج دیا اور مولوی عبداللہ صاحب، مولوی محمد صاحب اور مولوی عبدالعزیز صاحب کا نام لے کر ان سے مبارزت کا طالب ہوا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مجموعہ اشتہاراتِ مرزا: ۱/۱۹۱-۱۹۳) جس کے جواب میں علمائے لدھیانہ نے ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ (مئی ۱۸۹۱ء) کو اِشتہار شایع کیا تھا، مگر مولانا اللہ وسایا ﷾ اس اشتہار کو ۱۸۹۰ء سے پہلے کا کہتے ہیں۔ ایسی بزرگانہ مسامحات پر ہم ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کے علاوہ کیا کہہ سکتے ہیں!

ثالثاً: رہا مولانا اللہ وسایا صاحب کا نام تبدیل کرنے پر اِعتراض تو اس کے اندر کوئی معقولیت نہیں، اس لیے کہ کتاب کے مندرجات کی وجہ سے اس کے نام میں تبدیلی کر کے شایع کرنا کوئی جرم اور خیانت نہیں۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابن حبان، امام ابن خزیمہ وغیرہم ائمہ کی کتبِ احادیث کو صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ کے نام سے اہلِ علم لکھتے اور پکارتے ہیں اور انھی ناموں سے ان کی اشاعت ہو رہی ہے، حالانکہ ان کتب کے یہ نام نہیں ہیں۔ ہاں، البتہ اگر وہ تاریخی اُصولوں سے مولانا بٹالوی ؒ کے فتوے سے پہلے کوئی متفقہ فتویٰ علمائے ہند کا دکھا دیں تو راقم کا ان سے وعدہ رہا کہ ہم مولانا اللہ وسایا ﷾ کی خواہش کے اِحترام میں نام تبدیل کر دیں گے، واللہ علی ما أقول وكيل!

لیکن ہم اپنے دین وایمان کی محکمی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت وتوفیق سے کہتے ہیں کہ ایسا ممکن نہیں ان شاء اللہ۔

رابعاً: مولانا اللہ وسایا صاحب مولوی غلام دستگیر قصوری صاحب کے فتوے کا ذکر بہت کرتے ہیں، حالانکہ یہ علمائے ہند کا متفقہ فتویٰ نہیں، پھر حضرت کو اس بات کا بھی اِعتراف ہے کہ یہ مولانا بٹالوی کے فتوے کے بعد شایع ہوا تھا۔ اگر مولانا اللہ وسایا صاحب اس کو فقط تاریخی لحاظ سے ذکر کرتے ہیں، تب بھی یہ غلط ہے کیوں کہ مولانا بٹالوی کے فتوے کے بعد برصغیر میں جو متفقہ فتویٰ شایع ہوا تھا، وہ مدراس کے ایک شافعی عالمِ دین قاضی عبیداللہ بن صبغۃ اللہ ؒ (ولادت: ۱۲۷۰ھ، وفات: ۱۳۴۶ھ) کا ہے جو ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ء/۱۸۹۴ء) میں شایع ہوا تھا۔

خامساً: سابقہ مباحث سے یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی کہ علمائے ہند کا اولین متفقہ فتویٰ وہی ہے جو مولانا بٹالوی نے شایع کیا تھا اور علمائے لدھیانہ کے فتاویٰ میں سے پہلا فتویٰ مذہبی بنیاد پر نہیں تھا، بلکہ ذاتی کدورت وبغض کی وجہ سے تھا اور ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ کا فتویٰ بعد میں شایع ہوا۔ ان سے قبل مولانا محمد حسین بٹالوی کی تحریرات مرزا کے کافر ہونے پر آچکی تھیں، جیسا کہ لدھیانوی اشتہار میں اعتراف ہے۔ اور مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا عبدالجبار غزنوی اور مولانا محمد علی واعظ ؒ کے فتاویٰ بھی آچکے تھے۔

لہٰذا ان تاریخی حقائق کو سامنے رکھا جائے تو دارالدعوۃ السّلفیہ کی اشاعت میں جو سقط ہوا ہے، یہ کسی بدنیتی اور کتمانِ حق کی وجہ سے نہیں ہوا، بلکہ سہواً ایسا ہوا ہے۔ حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ آپ کی سرزنش کو ہم سعادت جانتے ہیں کہ آپ نے تکلیف کر کے ہماری تقصیر پر ہمیں آگاہ کیا ہے۔

ویسے حضرت سے ہمیں یہ شکوہ ہے کہ یہ باتیں تو باہمی تبادلۂ خیال سے بھی حل ہوسکتی تھیں۔ کتب میں سقط ہو جانا اتنا بڑا جرم نہیں کہ اس پر

اتنا تفصیلی مضمون لکھا جاتا۔ میرا خیال ہے کہ دوستانہ ماحول میں بات کر لی جاتی تو خاکسار انھیں مطمئن کر لیتا اور انھیں بھی ناشرین کی نیتوں پر حملہ آور اور تحریف وخلافِ دیانت جیسے الفاظ کہنے کا موقع نہ ملتا۔

کتب میں سقط فقط بدنیتی ہی سے نہیں ہوا کرتا، اس کے دیگر کئی عوامل ہو سکتے ہیں۔ مطبوع کتابوں میں کئی کئی سطور رہ جاتی ہیں، بلکہ بسا اوقات صفحات کے صفحات رہ جاتے ہیں۔ ہر اِدارے کی مطبوعات سے اس کی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ خود مولانا اللہ وسایا صاحب نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی کتب میں ''نکاحِ مرزا'' جو رسالہ شایع کیا ہے، اس میں تقریباً ایک ثلث کتاب اشاعت سے رہ گئی ہے۔ اسی طرح مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی رحمہ اللہ کا رسالے ''اعلاء الحق'' کے آخری صفحے کا حاشیہ رہ گیا ہے۔

علاوہ ازیں کچھ عرصہ قبل دار عالم الفوائد (مکہ مکرمہ) سے امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب ''زاد المعاد'' شایع ہوئی ہے جس کے محققین نے پہلی تمام اشاعتوں سے کئی کئی جملے وسطور رہ جانے کی نشان دہی کی ہے۔

اسی طرح مسند احمد کتب احادیث میں معروف ومتداول کتاب ہے جس کی اشاعت اول ۱۳۱۳ھ میں "المطبعة الميمنية" سے چھ جلدوں میں ہوئی تھی۔ ایک صدی سے زائد اہلِ علم اس سے استفادہ کرتے رہے۔ ۱۴۳۲ھ کے آخر میں دار المنہاج نے ڈاکٹر احمد معبد عبدالکریم کی تحقیق سے اسے فہرست ومقدمے کے علاوہ ۱۲ جلدوں میں شایع کیا ہے جس کے محقق نے مسند احمد کے سابقہ مطبوع نسخے کے ہر صفحے سے اوسط پانچ اغلاط نکالیں، متعدد اسقاط کی نشان دہی کی، مختلف جگہوں سے جو احادیث سابقہ تمام طباعتوں میں بوجہ سقط چھوٹ گئی تھیں، ان کو شاملِ اشاعت کیا اور ۳۸ مخطوطوں کی مدد سے تقریباً دو سو احادیث کو شاملِ اشاعت کیا ہے۔

ایسی فروگزاشتوں پر ہمیشہ اہلِ علم نیتوں پر حملہ آور ہوئے بغیر نشان دہی کرتے آئے ہیں جو ایک علمی اور قابلِ تعریف کام ہے، لیکن ایسی کوتاہیوں اور تسامحات کو بہانہ بنا کر بزرگوں کی پگڑیاں اچھالنا، بالخصوص جب وہ فوت ہو چکے ہوں، کسی لحاظ سے بھی قابلِ تعریف نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

((لا تسبوا الأموات .))

(صحيح بخاري، رقم: ١٣٩٣)

''فوت شدگان کو بُرا نہ کہو۔''

بات دراصل یہ ہے کہ اس متفقہ فتوے کی اشاعت نومبر ۱۹۸۶ء میں ہوئی اور ان دنوں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ شدید علیل تھے۔ (ہفت روزہ الاعتصام؛ اشاعتِ خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ، ص:۹۷) اور مجھے مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کے داماد مولانا ابوالحسن قاری سیف اللہ حافظ آبادی رحمہ اللہ نے بتایا تھا کہ مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کا مرتب شدہ اولین متفقہ فتویٰ شایع ہونے والا ہے جس پر تفصیلی مقدمہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا ہوگا، مگر جب کتاب آئی تو مقدمہ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کا تھا۔

ممکن ہے کہ حضرت بھوجیانی رحمہ اللہ نے اپنے داماد سے خود مقدمہ لکھنے کا اظہار کیا ہو، مگر طویل علالت کی وجہ سے نہ لکھ پائے ہوں۔ اگر ان کا مقدمہ آ جاتا تو صحیح صورتِ حال نکھر جاتی کہ سقط ہوا ہے، یا نکالا گیا ہے۔ اگر انھوں نے نکالا تھا تو اس کی وجوہ یقیناً وہ بیان کرتے۔ مومن کو مومن کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا چاہیے۔ بالخصوص ایسے درویش خصلت انسان کے متعلق جس نے ساری زندگی علمی مصروفیت میں گزاری تھی۔

کاش مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ مضمون لکھنے سے قبل ایک اور سقط پر بھی غور کر لیتے تو یقیناً ان کے لیے اس میں بھی سمجھنے کا سامان تھا۔ تفصیل اس اِجمال کی یہ ہے کہ لدھیانوی فتوے کو بقول مولانا اللہ وسایا صاحب مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کے فتوے کی قدامت کے لیے چھپایا گیا ہے، مگر اس سے اگلے فتوے اور عبارات میں تو کوئی ایسی

بات نہیں تھی، وہ کیوں رہ گیا ہے؟ اگر وہ ہمارے بزرگوں کے اِخلاص پر شک اور نیت پر حملہ کیے بغیر غور کرتے تو یقیناً انھیں سمجھ آجاتی کہ یہاں سقط ہوا ہے، مگر کیا کیا جائے کہ مبلغِ عالمی مجلس مولوی عبدالحکیم نعمانی صاحب نے مسلسل شہہ دے کر مولانا کو اِعتدال کے دائرے سے باہر کر دیا۔ ظاہر ہے کہ حالتِ غضب میں انسان کی اچھی صفات بھی دب جاتی ہیں۔

ہم مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کی دینی خدمات کو سامنے رکھ کر ان کے جذباتی فقروں سے چشم پوشی کرتے ہیں، بلکہ معافی مانگے بغیر انھیں معاف کرتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کی زندگی و عمل میں برکت ڈالے اور انھیں جنت عطا فرمائے اور مجھ ناچیز کو تمام محافظینِ ختمِ نبوت سمیت ان کا جنت میں ہمسایہ بنا دے، آمین یا الٰہ العالمین! (جاری ہے)

❀❀❀

ڈاکٹر بابر حسین منہاس (کمالیہ) کا انتقال پرملال

ڈاکٹر بابر منہاس بن باؤ مجید (محلّہ امرتسریاں، کمالیہ) یکم جنوری ۲۰۲۱ء بروز جمعۃ المبارک انتقال فرما گئے، إنا لله وإنا إليه راجعون.

مرحوم سماجی، رفاہی اور دینی حوالے سے متحرک اور بااخلاق شخصیت تھے۔ گزشتہ دنوں طبیعت خراب ہونے پر ان کے لواحقین الائیڈ ہسپتال (فیصل آباد) علاج کے لیے لے گئے، مگر وقتِ موعود آنے پر ان کی روح کلمہ طیبہ پڑھتے اور ذکر اللہ کرتے ہوئے جسم سے پرواز کر گئی۔ انھوں نے پسماندگان میں پانچ بیٹے (ابوبکر، عمر فاروق، حسنین، حافظ محمد بلال اور صیرم)، تین بیٹیاں اور بیوہ سوگوار چھوڑے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ کریم مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی نعمت سے نوازے، آمین یارب العالمین!

(محمد اسلم جٹ، چک ۲۵۷ گ ب، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

شیخ عمر فاروق بھی وفات پا گئے!

محترم شیخ عمر فاروق (ادارہ تدبر القرآن، وحدت کالونی، لاہور) ۳۰ دسمبر ۲۰۲۰ء بروز بدھ وفات پا گئے، إنا لله وإنا إليه راجعون.

مرحوم جامعہ سلفیہ اور جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ (فیصل آباد) کے سابق استاذ اور ہفت روزہ الاعتصام و دیگر جرائد میں طویل عرصے سے اخلاقی موضوعات پر لکھ رہے تھے۔ انھوں نے اپنے انھی مضامین کے متعدد مجموعے اپنے خرچ پر شائع کیے اور پھر انھیں مفت تقسیم فرمایا۔ مرحوم نیک سرشت، ادب و صحافت کے خوگر، ملکی حالات سے باخبر، امتِ مسلمہ کی خیر اور بھلائی کا درد رکھنے والے تھے۔ انھوں نے مسجد شب بھر (شاہ عالم چوک، لاہور) کے پاس "ادارہ تدبر القرآن" کی بنیاد رکھی اور بہت سوں کو تربیت کے زیور سے آراستہ کیا، حتیٰ کہ لڑکے لڑکیوں کے مناسب رشتے بھی کروا دیتے تھے۔ ان کی نمازِ جنازہ دو دفعہ ادا کی گئی؛ پہلی دوپہر ڈیڑھ بجے جامع مسجد منصورہ (ملتان روڈ، لاہور) میں حافظ محمد ادریس حفظہ اللہ کی زیرِ امامت اور دوسری سہ پہر ساڑھے تین بجے ۱۵ بی، وحدت کالونی (لاہور) کی گراؤنڈ میں پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ ہفت روزہ الاعتصام کا عملہ اور کثیر تعداد میں دیگر لوگ شریکِ جنازہ ہوئے۔ دعا ہے اللہ کریم مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرے، آمین۔

پسماندگان میں انھوں نے دو بیٹے (محمد یحییٰ اور محمد عثمان)، تین بیٹیاں اور بیوہ سوگوار چھوڑے ہیں۔ اللہ کریم صبرِ جمیل عطا کرے۔

(محمد سلیم چنیوٹی)

قادیانیت پر ملتِ اسلامیہ کا اوّلین متفقہ فتویٰ اور
مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ کے خدشات

(مولانا) ابوصہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

اولیاتِ اہلِ حدیث:

①...... سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے کافر ودجال اور جہنمی ہونے پر مباہلے کی دعوت مولانا عبدالحق غزنوی رحمہ اللہ نے دی جو مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مشورے سے تھی۔ یہ دعوتِ مباہلہ فروری ۱۸۹۱ء کے پہلے ہفتے میں دی گئی۔ (مکتوبِ مرزا بنام نورالدین؛ مورّخہ ۹ فروری ۱۸۹۱ء، مندرجہ مکتوباتِ احمد: ۲/۱۰۲)

اور اس دعوت کو باقاعدہ اشتہارات کی صورت میں شایع کیا گیا کہ مرزا ضال، ملحد اور جہنمی ہے۔ (مکتوبِ مرزا بنام نورالدین؛ مورّخہ ۱۶ فروری ۱۸۹۱ء، مندرجہ مکتوباتِ احمد: ۲/۱۰۵)

اور اس کے اثرات کے متعلق مرزا کا کہنا ہے:

''میاں عبدالحق صاحب نے جو پنجاب اور ہندوستان میں بسعی مولوی عبدالجبار صاحب شایع کیے ہیں جن میں مباہلے کی درخواست ہے، ان اشتہارات سے لوگوں پر بہت بُرا اثر پڑا ہے۔'' (مکتوبِ مرزا بنام نورالدین؛ مورّخہ ۹ مارچ ۱۸۹۱ء، مندرجہ مکتوباتِ احمد: ۲/۱۱۰)

اس دعوتِ مباہلہ کو مرزا حیلوں بہانوں سے ٹالتا رہا۔ آخر اپنے ایک مرید نواب محمد علی خان کے مجبور کرنے پر تیار ہوا اور اس بات پر مباہلہ طے پایا کہ مرزا قادیانی کافر، دجال، بے دین، اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کا دشمن۔ اور اس کی کتابوں میں کفریات ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات: ۱/۳۴۹)

۲۷ مئی ۱۸۹۳ء کے روز مباہلہ ہوا۔ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری فرماتے ہیں:

''مولوی عبدالحق غزنوی امرتسری بڑی مدت سے قادیانی صاحب کو مباہلے کا چیلنج دے رہے تھے۔''
(رئیسِ قادیان، باب ۶۲: ۲/۱۴۸)

مولوی محمد عالم آسی فرماتے ہیں:

''مولوی صاحب نے تین سال سے مرزا صاحب کو اشتہار پر اشتہار نکالنے سے چین لینے نہیں دیا۔''
(الكاوية على الغاوية: ۱/۶۸ طبع امرتسر، ۱۹۳۱ء)

مئی ۱۹۹۳ء سے تین نکال دیں، یا بقول مولانا دلاوری ''بڑی مدت'' نکال دیں، دونوں صورتوں میں مولانا غزنوی کا مرزا کو کافر ودجال کہہ کر مباہلے کا چیلنج دینا لدھیانوی اشتہار ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ سے پہلے کا ہے۔

اور مرزا قادیانی مولانا عبدالحق غزنوی کے حینِ حیات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوگیا۔ اور مرزا کو اعتراف ہے:

''مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو، وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوجاتا ہے۔'' (ملفوظاتِ مرزا: ۵/۳۲۷)

②...... سب سے پہلے متفقہ فتویٰ کہ مرزا اور اس کے ماننے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے شایع کیا۔ مولانا بٹالوی کے فتوے سے قبل کوئی متفقہ فتویٰ ثابت نہیں۔

یہاں ہم اس حقیقت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ علمائے احناف کی تائید، بالخصوص مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے دستخطوں سے اس فتوے کی اہمیت بہت زیادہ ہوگئی تھی اور مولانا بٹالوی نے مقدمۂ فتویٰ میں قادیانیوں کو چیلنج دیا ہے کہ ایسی کوئی مثال پیش کردیں

کہ تمام مسالک کے لوگوں نے متفق ایسا کوئی ایک ہی فتویٰ دیا ہو!

③...... مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نام لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گندی اور غلیظ گالیاں دیں تو سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں اس کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے دیا۔ (اشاعة السنہ، ج:۱۸، ش:۳، ص:۹۵، ۹۶)

دوسرا فتویٰ مولانا عبدالاحد خان پوری نے "السيف المسلول في نحر شاتم الرسول" میں دیا۔

(دیکھیے محاسبۂ قادیانی: ۴/ ۳۴۰، تحریک ختم نبوت: ۳۴/ ۱۱۰)

خود مرزا حکومتِ انگریز کے آگے شکایت کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

''ان مولویوں میں سے ایک شخص محمد حسین نامی نے جو ایڈیٹر رسالہ اشاعة السنہ اور ساکن بٹالہ (ضلع گورداس پور) ہے، میرے پر ایک کفر کا فتویٰ لکھا اور بہت سے مولویوں کے اس پر دستخط کرائے اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا، یہاں تک کہ یہ فتویٰ دیا گیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے اور ان کا مال لوٹ لینا جائز اور ان کی عورتوں کو جبراً اپنے قبضے میں لے کر ان کے ساتھ نکاح کر لینا، یہ سب باتیں درست ہیں، بلکہ موجبِ ثواب ہیں، چنانچہ اشتہار مورّخہ ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ مطبوعہ مطبع حقانی (لدھیانہ) اور رسالہ ''سیف مسلول'' مطبوعہ مطبع ایجرٹن پریس (راولپنڈی) کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں، یہ دونوں فتوے موجود ہیں، مگر رعبِ گورنمنٹ سے ان فتوؤں پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔''

(كشف الغطاء، ص:۱۴، روحانی خزائن: ۱۴/ ۱۹۶)

مرزا کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ علمائے لدھیانہ نے جو اشتہار ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ کو شایع کیا تھا، وہ مولانا بٹالوی کے کہنے پر لکھا تھا۔ واضح رہے کہ ان ایام میں مرزا اور مولانا بٹالوی لدھیانہ میں تھے اور حالات پر نظر رکھنا مرزا کی مجبوری تھی۔ بلاشبہ مرزا کذاب ہے، مگر کذاب بھی کبھی کبھار سچ بول دیا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إنه صدقك وهو كذوب.))

(صحيح بخاري، رقم: ۲۳۱۱)

''اس نے تجھ سے سچ بولا، مگر ہے وہ کذاب۔''

قرائن وشواہد سے بھی مرزا کی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی جو کہ غریب الوطن تھے، لدھیانہ میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ انھوں نے مرزا کے اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء کا جواب اگلے ہی روز ۲۴ رمضان ۱۳۰۸ھ کو شایع کر دیا تھا۔ یہ ہفتہ بھر کیوں خاموش رہے؟ یہ تو بزعمِ خود لدھیانہ کے مفتی اور گدی نشین اور صاحبزادے تھے اور ''انا ولا غیری'' کا بھوت بھی ان پر سوار تھا۔ اپنے علم وفضل کے بالمقابل دیوبندی مفتی شاہ دین اور نور احمد تو کجا، مولانا رشید احمد گنگوہی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ یہ چار پانچ دن کا وقفہ بھی مرزا کی بات کی تصدیق کرتا ہے کہ ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ کا اشتہار لدھیانوی حضرات نے مولانا محمد حسین بٹالوی کی تحریک سے لکھا اور شایع کیا تھا۔

④...... مرزا نے دعوائے مسیحیت کے بعد متواتر اشتہارات شایع کر کے پورے برصغیر کے علماء کو مناظرے ومباحثے کے چیلنج دیے۔ اُمتِ مرحومہ کو گمراہی وزندیقیت سے بچانے کے لیے صرف علمائے اہلِ حدیث ہی نے اس سے مناظرے کیے، چنانچہ (۱) مناظرۂ لدھیانہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے، (۲) مناظرۂ دہلی مولانا محمد بشیر سہسوانی نے اور (۳) مناظرۂ لاہور مولانا عبدالحکیم رحمہ اللہ نے کیا تھا۔ ان تینوں مناظروں میں قادیانیت کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔

⑤...... پوری تاریخِ مرزائیت میں سب سے پہلے میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگردوں نے مرزائیت کے ردّ پر کتابیں لکھیں، صرف مطبع الانصاری دہلی سے مولانا عبدالمجید دہلوی رحمہ اللہ نے وسط ۱۳۰۹ھ تک حسبِ ذیل کتابیں شایع کی تھیں:

۱: إعلاء الحق الصريح بتكذيب مثيل المسيح از مولانا

محمد اسماعیل علی گڑھی

۲: بیان للناس از مولانا عبدالمجید دہلوی

۳: شفاء للناس از مولانا عبداللہ شاہ جہان پوری

۴: نمونہ لیاقتِ علمی مولوی محمد احسن امروہی از مولانا عبدالمجید دہلوی

۵: مجموعۂ اشتہاراتِ علمائے دہلی

۶: علامہ حسین عرب نے ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ میں کتاب "الفتح الرباني في الرد على القادياني" تحریر کی، مگر ۱۳۱۱ھ میں شایع ہوئی۔

پہلی پانچ کتابوں کی اشاعت سے قبل مرزا قادیانی کے ردّ پر کسی نے کتاب لکھ کر شایع نہیں کی، اگر کی ہے تو دلیل بذمہ مدعی کہ ہمارے فلاں حنفی عالم نے ان سے قبل فلاں کتاب شایع کی ہے۔ مولوی عبدالحکیم نعمانی اور کارپردازانِ ''عالمی مجلس'' مل کر سرتوڑ کوشش کرلیں اور ہماری اس بات کی تردید ثابت کردیں!

⑥...... پورے عالمِ اسلام میں سے سب سے پہلے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے ۱۹۰۳ء میں قادیان جا کر مرزا غلام احمد قادیانی کو للکارا تھا کہ حسبِ دعوت میں اس وقت قادیان میں ہوں اور جناب کی پیش گوئیوں پر مناظرے کے لیے آیا ہوں، مگر مرزا کو مقابل آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ (تفصیل ''تاریخِ مرزا'' میں دیکھیں)

⑦...... پاکستان میں سب سے پہلے الاعتصام میں مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

(مرزائیت نئے زاویوں سے، ص: ۱۴۰، طبع طارق اکیڈمی، فیصل آباد)

علمائے دیوبند کا اجماع اور مولانا بٹالوی:

مجتہدین اور ائمۂ کبار میں سے بھی کوئی معصوم نہیں۔ علماء میں کون ہے جس کے دامن میں تقصیر نہ ہو اور کس ذات کو پاک دامنی کا دعویٰ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کے متعلق ہمارا عصمت کا عقیدہ نہیں۔ جب مسلّمہ اُصول ہے کہ مجتہد بھی خطا کرتا ہے، مولانا بٹالوی نے ''براہینِ احمدیہ'' پر ریویو کیا لکھ دیا ہے، ڈیڑھ صدی کے قریب زمانہ گزر چکا ہے، بار بار اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ریویو میں جرم کیا ہے، ذرا اس کی وضاحت درکار ہے۔ زیادہ سے زیادہ انھوں نے مرزا پر اعتماد کر کے اس کے ناشائستہ اقوال کی تاویل کی ہے۔ اس سے زیادہ کوئی جرم ثابت نہیں، مگر افسوس اس زمانے کے تمام دیوبندی علماء بھی اس ''جرم'' میں شریک تھے۔ مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعیِ نبوت و مسیحیت قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ

(۱) شروع میں جب تک اس کی بدعقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی، بلکہ یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے اور تمام مذاہب کو بدلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے، ہم اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کی تاویل کر کے محملِ حسن پر حمل کرتے رہے۔

(۲) اس کے بعد جب اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کا منکر ہوا اور اس کا خبیث عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے مشائخ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔''

(المهند على المفند، ص: ۲۷)

مذکورہ عبارت پر نمبر راقم نے لگائے ہیں، تاکہ تفہیم میں آسانی رہے۔ وضاحت سے قبل ہم یہ صراحت بھی کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ "المهند على المفند" وہ کتاب ہے جس کے متعلق ہم مولانا محمد سرفراز خاں صفدر مرحوم کا قول نقل کر آئے ہیں کہ اس کے مندرجات پر علمائے دیوبند کا اجماع اور اتفاق ہے۔ اس بات کو ملحوظ رکھیے اور ہماری بات کو ٹھنڈے دل سے ملاحظہ کریں۔ "المهند" کے پہلے پیراگراف کا مطلب ہے کہ علمائے دیوبند مرزا کے ناشائستہ اقوال کی تاویل کرتے رہے اور اس کو مسلمان سمجھ کر اسے مؤیدِ اسلام کہتے رہے۔ عبارت کے دوسرے ٹکڑے کا مفہوم ہے کہ جب اس نے

نبوت ومسیحیت کا دعویٰ کیا تو ہمارے مشائخ نے اس کی تکفیر کی تھی۔
"المھند" دیوبندیوں کے نزدیک علمائے دیوبند کے عقیدے کی کتاب ہے جس کے مندرجات پر علمائے دیوبند کا اجماع ہے۔ مولانا بٹالوی مرحوم کا ''جرم'' تو اِنفرادی وشخصی ہے، مگر علمائے دیوبند کا اِجماعی ہے۔ لیکن کتنے دکھ کی بات ہے کہ جب علمائے دیوبند کی خدمات کا بیان ہو، وہاں تو ان کے اس جرم کو ذکر نہ کیا جائے، مگر مولانا بٹالوی کے ماضی کو ذکر کیے بغیر تاریخ ادھوری قرار پائے! حالانکہ اس دور میں علمائے دیوبند مرزے کی محبت ودفاع میں مولانا بٹالوی سے کئی گنا زیادہ غالی تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کی روایت ہے:

> ''جس وقت قادیانی کے بارے میں بعض علمائے پنجاب مولانا محمد یعقوب صاحب سے اس کے اقوال نقل کر کے گفتگو کر رہے تھے تو مولانا ان کی تاویلیں فرما رہے تھے۔ جب انھوں نے زیادہ اِصرار کیا تو بطورِ ظرافت فرمایا کہ ارے میاں! جہاں ہندوستان میں پانچ کروڑ مسلمان ہیں، ایک وہ بھی سہی۔ ان علماء نے کہا کہ نہیں حضرت، تکفیر ہی میں مصلحت ہے۔ اس وقت مولانا کو جوش ہوا، فرمایا: جب مسلمان ہی کی تکفیر کرنا ہے تو اچھا تمھاری ہی کیوں نہ کی جائے جو تم ایک مسلمان کی تکفیر کے درپے ہو رہے ہو! ان علماء نے آپس میں کہا کہ اس وقت مولانا کو جوش ہے، آئندہ چل کر خود ہی اس کو کافر کہیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب وہ حد سے بڑھ گیا اور تاویل کی گنجائش نہ رہی تو آخر فتویٰ دیا۔''

(ملفوظاتِ حکیم الامت: ۱۹/ ۹۶، طبع: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ)

مولانا بٹالوی کی مرزا سے اتنی ''اُلفت'' ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے مخالفینِ مرزا ہی کو ''ریویو براہینِ احمدیہ'' میں فتوائے کفر کی دھمکی لگائی ہو!

مولانا تھانوی کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ لدھیانوی خاندان تکفیری تھا جو مصلحت کی وجہ سے بھی تکفیر کر دیا کرتا تھا۔ مزید یہ کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اپنے فیصلے میں جو مرزا قادیانی کو ''غیر مقلد'' کہا ہے تو اس سے ان کی مراد مرزا کا مسلمان ہونا ہے کیوں کہ ان کے زور دینے کے باوجود مولانا یعقوب صاحب کے نزدیک مرزا اور لدھیانوی مسلمانی میں برابر تھے، تب ہی تو انھوں نے کہا کہ ''جب مسلمان ہی کی تکفیر کرنا ہے......الخ''!

<u>ایک لغزش کی تلافی:</u>

مولانا اللہ وسایا صاحب نے اپنے مضمون میں صراحت کی ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کا فتویٰ ۱۸۹۰ء میں شایع ہوا تھا۔ ریکارڈ کی درستی کے لیے ہم وضاحت کیے دیتے ہیں کہ مولانا اللہ وسایا صاحب کی یہ بات ٹھیک نہیں۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

① ......مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے مناظرۂ لدھیانہ کے بعد استفتا لکھا اور اپنے شیخ حضرت میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حضور پیش کیا۔ انھوں نے اس کا جواب دیا اور مولانا بٹالوی نے اپنے استفتا اور میاں صاحب کے فتوے کو پریس سے شایع کیا۔

(دیکھیے متفقہ فتویٰ، ص:۱۱)

مناظرۂ لدھیانہ کی ابتدا ۲۰ جولائی کو ہوئی اور بارہ دن جاری رہا۔ میاں صاحب کا فتویٰ ۱۸۹۱ء کی آخری سہ ماہی میں شایع ہو چکا تھا اور مرزا قادیانی کے پاس اس کے سفرِ دہلی (اکتوبر ۱۸۹۱ء) کے وقت پہنچ چکا تھا، جیسا کہ اس کے اشتہارات سے ثابت ہوتا ہے۔ اور دسمبر ۱۸۹۱ء میں مرزا نے فتوے کے ردّ پر ''آسمانی فیصلہ'' کے عنوان سے کتاب لکھ کر قادیان کے جلسۂ عام میں پڑھوائی تھی۔

② ......متفقہ فتویٰ ۱۸۹۲ء کی پہلی سہ ماہی میں شایع ہوا۔ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں:

> ''جون ۱۸۹۱ء سے مارچ ۱۸۹۲ء تک جو ''اشاعۃ السنہ'' کا کوئی پرچہ نہیں نکلا تو کیا اس سے وہ غیر حاضر اور اپنے منصبی فرض اور قوم کی خدمت کے ادا کرنے میں قاصر متصور ہوسکتا

ہے؟ ہرگز نہیں! اس عرصے میں جو خدمت قلمے، قدمے، درمے اس نے کی ہے، وہ اپنے زمانۂ خدمت چودہ سال میں کبھی نہیں کی۔ جون ۱۸۹۱ء میں وہ نمبر ۱، ۲، ۳، جلد:۱۳ میں کیفیتِ گریز وفرارِ کادیانی اور اس کے ایک فرضی حواری حکیم نورالدین جمونی کی رپورٹ کر کے پھر جولائی ۱۸۹۱ء سے اس اسلام ومسلمانوں کے دوست نما دشمن عقائدِ اسلام کے رہزن وبیخ کن (کادیانی) کے تعاقب میں رہا اور مشکل وطائف الحیل جولائی ۱۸۹۱ء میں بمقام لدھیانہ اس کو جا پکڑا اور بارہ دن تک خوب رگیدا اور چھاڑا اور ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو ذلت کی شکست دے کر بھگا دیا، پھر ہندوستان پہنچ کر اس کے عقائد ومقالات کی نسبت ایک استفتا مرتب کیا اور ایک لمبا سفر اختیار کر کے مختلف بلادِ ہندوستان کے علماء کا فتویٰ اس کے حق میں حاصل کیا اور خواص وعوامِ ہندوستان وپنجاب کو اس فتوے اور اپنے زبانی بیانات اور مواعظ کے ذریعے سے اس کے عقائدِ باطلہ پر آگاہ کر کے اس سے بچنے کے لیے ہوشیار کر دیا، پھر جب ماہِ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں کادیانی نے دہلی پہنچ کر سر اُٹھایا اور وہاں کے اکابر کے مقابلے میں جو اس کو مخاطب کرنے کے لائق نہ سمجھتے تھے، "ھل من مبارز" کا نعرہ بلند کیا تو یہ خادم دہلی پہنچا اور وہاں اس کو پچھاڑا اور بھگایا، پھر جب وہ لاہور وسیالکوٹ پہنچا تو وہاں اس کا پیچھا کیا اور مباحثے سے صاف وصریح انکار کرا کے بھگا دیا۔ ان واقعات کی کیفیت وقتاً فوقتاً اشتہارات کے ذریعے شایع ہوتی رہی اور مجمل ''اشاعۃ السنۃ'' نمبر ہذا ودیگر نمبروں میں ہو چکی ہے۔ اس خدمت وکارگزاری میں نو مہینے کا عرصہ اور صدہا روپیہ صرف ہوا۔ ابوسعید محمد حسین۔''

(اشاعۃ السنۃ، جلد:۱۴، شمارہ:۱، ص:۲)

مولانا بٹالوی نے ردِ قادیانی اور فتویٰ کی جمع وترتیب واِشاعت کا دورانیہ ۹ مہینے بتایا ہے جو آخر فروری ۱۸۹۲ء بنتا ہے۔ گویا متفقہ فتوے کی اشاعت فروری ۱۸۹۲ء کا آخری ہفتہ، یا مارچ ۱۸۹۲ء کے اِبتدائی ایام ہیں۔ مرزا قادیانی کی کتاب ''نشانِ آسمانی'' جس کی اشاعت جون ۱۸۹۲ء میں ہوئی تھی، میں پہلی دفعہ متفقہ فتوے کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مرزا سے قبل ان کے مرید حافظ فہد عظیم بخش پٹیالوی کے ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مئی ۱۸۹۲ء تک متفقہ فتویٰ شایع ہو چکا تھا۔ (روحانی خزائن:۴/ ۴۰۵)

③...... غالباً مولانا اللہ وسایا کو ''اشاعۃ السنۃ'' سے غلطی لگی ہے۔ وہاں فتوے کی اشاعت والی فائل پر ۱۸۹۰ء لکھا ہے۔ دراصل ''اشاعۃ السنۃ'' میں ایک تاریخی نقص ہے کہ رسالہ عموماً تاخیر سے شایع ہوا کرتا تھا اور مولانا رسالے کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے سابقہ تاریخیں ڈال دیا کرتے تھے۔ اس کی وضاحت ''اشاعۃ السنۃ'' کے کئی ایک مقامات پر موجود ہے۔

مولانا اللہ وسایا کا مضمون مرزا قادیانی کے کذاب ہونے کی دلیل ہے:

مولانا اللہ وسایا کے خدشات کا جواب تو ہو چکا۔ فریقین کے دلائل کا تقابل کر کے قارئین بھی کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہوں گے۔ مجھے رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ اس قدر دلائل کے باوجود مولانا نے یہ مضمون لکھ کر آخر کون سا تیر مارا ہے؟ یہ ایک معقول سوال ہے جسے حل کرنا (بحیثیت ایک خادمِ ختمِ نبوت) ہمارا فرض ہے۔ بغور ملاحظہ کیجیے اور قدرت کے تصرف پر حیران رہ جایئے کہ کس کس طرح وہ ثابت کر رہی ہے کہ مرزا دجال وکذاب ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اُمتِ مرحومہ کے تمام مکاتبِ فکر کے نزدیک تادمِ تحریر قادیانیت کا محاسبہ کرنا ایک مقدس فریضہ اور سعادت مندی ہے اور اس سعادت کو تمام مسلمانوں نے حاصل کیا ہے۔ بحث اس میں صرف یہ ہے کہ اس میں سبقت کسے حاصل ہے۔ جب کہ مرزا کا دعویٰ یہ تھا کہ میری تکفیر کرنے والے باقی نہیں

رہیں گے،اس کے الفاظ ہیں:

''یاد رکھو کہ آخر یہ لوگ بہت شرمندگی کے ساتھ اپنے مُنھ بند کرلیں گے اور بڑی ندامت اور ذلت کے ساتھ تکفیری جوش سے دست کش ہو کر ایسے ٹھنڈے ہو جائیں گے کہ جیسے کوئی بھڑکتی ہوئی آگ پر پانی ڈال دے۔ لیکن انسان کی تمام قابلیت اور زیرکی اور عقل مندی اس میں ہے کہ سمجھانے سے پہلے سمجھے اور جتلانے سے پہلے بات کو پا جائے۔ اگر سخت مغز خوری کے بعد سمجھا تو کیا سمجھا! بہتوں پر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ وہ کافر بنانے اور گالیاں دینے کے بعد پھر رجوع کریں گے اور بدظنی اور بدگمانی کے بعد پھر حسنِ ظن پیدا کرلیں گے۔''

(آسمانی فیصلہ،ص:۲۶،روحانی خزائن:۴/۳۳۶)

مرزا کا ایک الہام بھی ہے:

"ولا نبقي من المخزيات ذكرا ."

''اور ہم تیری نسبت ایک بات بھی ایسی نہیں چھوڑیں گے جو موجبِ رسوائی اور طعن وتشنیع ہو۔''

(براہینِ احمدیہ:۵/۴۰،روحانی خزائن:۱/۹۰)

مگر مکفّرینِ مرزا قطعی طور پر ٹھنڈے نہیں ہوئے، بلکہ وہ پہلے سے بڑھ کر مرزائیت کا ردّ کر رہے ہیں، حتیٰ کہ اسے سعادت جان کر پہلی تکفیرِ مرزا کو خوش بختی سمجھتے ہوئے اس پر قبضہ کر رہے ہیں! مسلمانوں کا یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا کی پیش گوئی محض گپ ہے اور اس کا الہام رحمانی نہیں، بلکہ شیطانی ہے۔

مرزائی گروہ کے لیے فتوائے کفر سب سے بڑا اور رسوا کن مسئلہ ہے۔ بالخصوص جب سے علمائے ملت کے اس فتوے کو ۱۹۷۴ء میں قانونی شکل دے دی گئی ہے، تب سے اب تک پوری دنیائے اسلام میں مرزائی مُنھ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قادیانی عقائد ومکائد سے محفوظ رکھے، آمین یا الٰہ العالمین!

آخری گزارش:

جس لگن ومحنت اور امانت وشرافت کے ساتھ ہم نے یہ سطور سپردِ قلم کی ہیں، وہ قارئین سے پوشیدہ نہیں۔ تلخ سے تلخ حقیقت کو بھی بیان کرتے ہوئے کسی جگہ صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ گو درمیان میں کئی ایسے مواقع بھی آئے کہ ہم بھی اپنے لب ولہجے میں تندی وتیزی پیدا کرنے کا حق رکھتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق ورحمت سے جذبات پر قابو ہی رہا، نفسِ مسئلہ پر بھرپور توجہ دی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی طرف نہیں دیکھا۔

تاہم ہمیں اپنے اسلاف پر لگائے گئے اِلزامات کا جواب دینے اور ان کی خدمات پر ناجائز قبضہ چھڑانے کا استحقاق ہے۔ میں آج بھی مولانا اللہ وسایا صاحب کے بارے حسنِ ظن رکھتا ہوں کہ اگر ان کے علم میں یہ تفصیلات ہوتیں تو یقیناً وہ اپنے سابقہ فیصلے کو تبدیل نہ کرتے۔

آں جناب مجھ سے علم وفضل اور خدمات کے لحاظ سے، بلکہ ہر اعتبار سے بڑے ہیں۔ میں نے شعوری طور پر پوری کوشش کی ہے کہ ان کی تعظیم کو ملحوظ رکھا جائے۔ خدا گواہ ہے کہ راقم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کی قدر ومنزلت کا معترف ہے، لیکن پھر بھی انسان سے نسیان اور بھول چوک ہو جاتی ہے۔ اگر کسی بات سے ان کا دل دکھا ہو تو راقم ان سے معافی کا طلب گار ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی کامل نہیں، سب ناقص وادھورے ہیں۔ کاملیت کی صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو:

﴿لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسٰى﴾ [طه : ٥٢]

''میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔''

ہماری خطاؤں پر مطلع کرنے والے حضرات کا ہم تہِ دل سے شکریہ ادا کریں گے اور قابلِ اصلاح چیزوں کی خندہ پیشانی سے تصحیح کریں گے، ان شاء اللہ۔ ہاں، سینہ زوری سے منوانے اور سب وشتم کرکے جواب دینے والوں کے لیے یہی مضمون کافی ہے۔

❀❀❀